چوتھا
موضوع

مفکر، عقیدے اور عمارتیں

ثقافتی ارتقا

(تقریباً 600 قبل مسیح سے 600 عیسوی تک)

5266CH04

شکل : 4.1
سانچی کی بت تراشی کا ایک نمونہ

اس باب میں ہم لگ بھگ ہزار سال کے طویل سفر پر نکل رہے ہیں اور ہمیں اُن مفکرین یا فلسفیوں اور ان کی ان کوششوں کے بارے میں کچھ پڑھنا ہے جو انھوں نے اپنی اس دنیا کو سمجھنے کے سلسلے میں کیں جس میں وہ رہ رہے تھے۔ ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ ان کے افکار و تصورات کو کس طرح زبانی اور تحریری شکل دی گئی اور فنِ تعمیر اور بت تراشی (اسکلپچر) میں کس طرح ظاہر کیے گئے۔ یہ چیزیں ان مفکرین کے عوام پر دیرپا تاثرات کی مظہر ہیں۔ گو کہ ہماری توجہ خاص طور پر بدھ مت پر مرکوز رہے گی مگر یہ بات بھی ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ یہ روایت تنہا ہی نہیں ابھری۔ بہت سی اور روایات بھی تھیں جن میں سے ہر ایک دوسرے سے مکالمے اور مباحثے میں مشغول تھی۔

انتہائی دلچسپ اور ولولہ انگیز خیالات، عقاید و نظریات اس دنیا کی تعمیر نو یا بازیافت کے لیے مؤرخ جو ذرائع استعمال کرتے ہیں، اُن میں بدھ مت، جینی اور برہمنی متن شامل ہیں۔ ان کے ساتھ وہ وسیع اور موثر مادی باقیات کا خزانہ ہے جو مختلف یادگاروں اور کتبوں کی شکل میں موجود ہے۔ اس زمانے میں بہترین طور پر محفوظ کی گئی یادگاروں میں سے ایک سانچی کا استوپ ہے، جس پر اس باب میں ہماری توجہ خاص طور پر مرکوز رہے گی۔

1۔ سانچی کی ایک جھلک

شکل : 4.2
شاہ جہاں بیگم

اُنیسویں صدی میں سانچی

ریاست بھوپال کی سب سے حیرت انگیز قدیم عمارتیں بھوپال کے شمال مغرب میں لگ بھگ 20 میل دور پہاڑ کی گھاٹی میں ایک چھوٹے سے گاؤں سانچی کانا کھیڑا (کن کھیڑا) میں واقع ہیں، جن کو آج ہم نے دیکھا۔ ہم نے بت تراشی اور بدھ کے مجسموں اور ایک دروازے کا معائنہ کیا... یہ کھنڈرات یوروپی افراد کے لیے بہت دلچسپی کا سبب محسوس ہوئے۔ میجر الیکزینڈر کنگھم نے...اس کے اطراف میں کئی ہفتے قیام کیا اور ان کھنڈرات کو بہت احتیاط اور سنجیدگی سے دیکھا۔ انہوں نے ان مقامات کی تصویریں (ڈرائنگ) تیار کروائیں، کتبات کو حل کیا (پڑھا)۔ اِن گنبدوں کے نیچے تک تنگ (’شیفٹس‘) کھودے۔ ان تحقیقات کے نتائج کو ایک انگریزی کتاب میں بیان کیا...

شاہجہاں بیگم نواب بھوپال (حکومت 1868 تا 1901) کی کتاب ’تاج الاقبال تاریخ بھوپال‘ مترجمہ ایچ۔ ڈی۔ بارسٹو، 1876 سے ماخوذ

© NCERT not to be republished

انیسویں صدی کے یوروپی لوگ سانچی کے استوپ میں بڑی گہری دلچسپی لے رہے تھے، بلکہ فرانسیسیوں نے تو سب سے محفوظ حالت والے بت مشرقی دروازے کو یہاں سے لے جا کر فرانس کے میوزیم میں سجانے کی اجازت کی درخواست بھی شاہجہاں بیگم سے کی تھی۔ کچھ عرصے تک کچھ انگریز بھی یہی کرنا چاہتے تھے، مگر خوش نصیبی سے دونوں، فرانسیسی اور انگریز، اس کی بہت احتیاط سے تیار کی گئی پلاسٹر کاسٹ نقلوں سے ہی مطمئن ہو گئے اور اصلی دروازہ اپنے مقام پر ہی رہا، جو ریاست بھوپال کا حصہ تھا۔

بھوپال کی حکمراں شاہجہاں بیگم اور ان کی جانشین سلطان جہاں بیگم نے اس قدیم تاریخی مقام کے تحفظ کے لیے روپیہ دیا۔ ظاہر ہے، پھر اگر جان مارشل نے سانچی پر اپنی اہم کتابوں کو سلطان جہاں سے معنون کیا تو کوئی حیرت نہ ہونی چاہیے۔ انھوں نے ان جلدوں کی اشاعت کے لیے بھی مالیت فراہم کی۔ اس لیے اگر استوپ کا مکمل علاقہ اب تک باقی اور محفوظ ہے تو اس میں کچھ بروقت دانشمندانہ فیصلوں، ریلوے ٹھیکیداروں کی نظر بد سے محفوظ رہ جانے اور ان لوگوں کی دست برد سے بچے رہنے کی خوش نصیبی کو کچھ کم دخل نہیں ہے جو یہاں کی ہر دریافت کو یوروپ کے میوزیم کی زینت بنانے کے لیے یہاں سے لے جانا چاہتے تھے۔ اہم ترین بدھ مراکز میں سے ایک مرکز ہوتے ہوئے سانچی نے ابتدائی بدھ مت کے بارے میں ہماری سمجھ اور فکر میں بڑی تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ آج یہ آثار آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا کی بنیادی آثار قدیمہ بازیافت اور تحفظ کی کامیابی کے ایک واضح ثبوت کے طور پر وہاں موجود ہیں۔

شکل 4.3:
سانچی کا عظیم الشان استوپ
اگر آپ ٹرین سے دہلی سے بھوپال تک سفر کریں تو آپ کو یہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر شاہانہ عظمت کے تاج کی طرح رکھا نظر آئے گا۔ اگر آپ گارڈ سے درخواست کریں تو وہ سانچی کے چھوٹے سے اسٹیشن پر دو منٹ کو گاڑی ٹھہرا بھی دے گا - اترنے کے لیے اتنا وقت کافی ہے۔ جب آپ پہاڑی پر چڑھتے ہیں تو آپ کو عمارتی ڈھانچوں کا ایک جال سا نظر آتا ہے۔ ایک اونچا ٹیلا اور دوسرے آثار یا یادگاریں، جن میں پانچویں صدی کا تعمیر شدہ ایک مندر شامل ہے۔

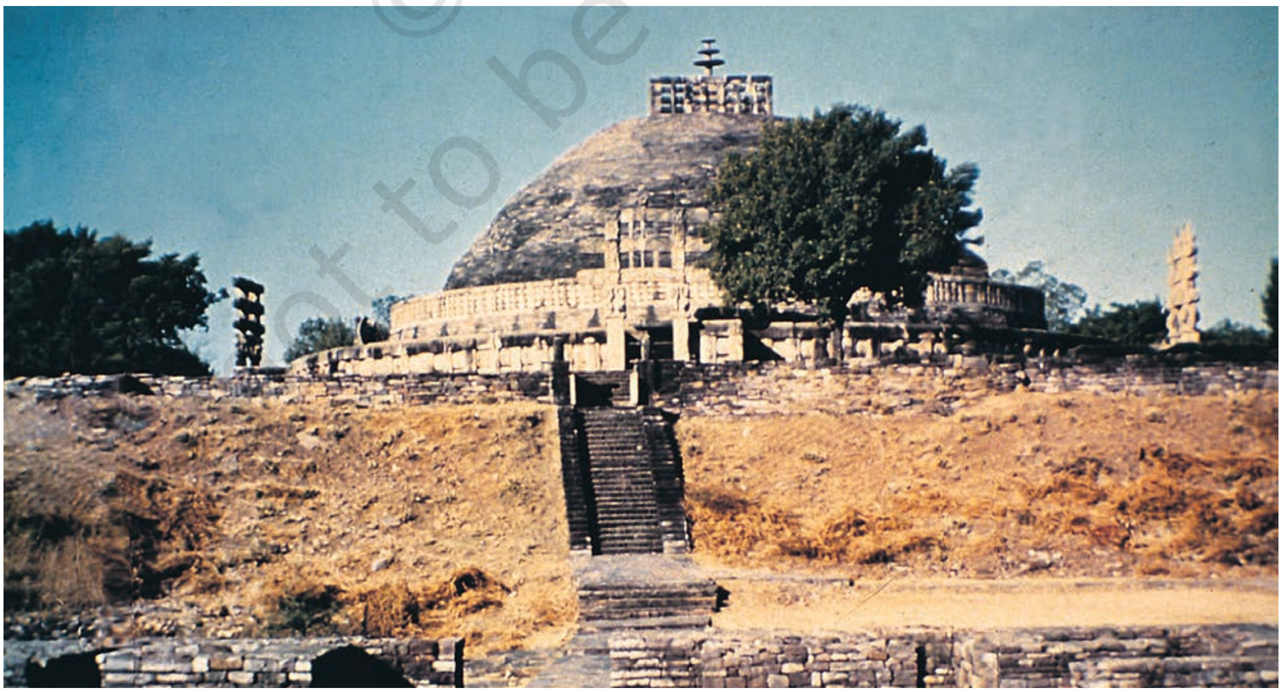

© NCERT not to be republished

مگر اس قدیم یادگار کی اہمیت کیا ہے؟ یہ ٹیلا (ماؤنڈ) کیوں بنا تھا، اس میں کیا رکھا گیا تھا؟ اس کے چاروں طرف پتھر کا جنگلا کیوں ہے؟ کس نے اس پورے علاقے کو تعمیر کروایا یا کس نے اس کے اخراجات ادا کیے؟ اس کی 'بازیافت' کب ہوئی؟ ہم سانچی پر ایک کافی دلچسپ اور پرکشش کہانی اب دوبارہ بُن سکتے ہیں، مگر اس کے لیے ہمیں متنوں، بت تراشی کے نمونوں، طرزِ تعمیر اور کتبوں سے حاصل ہونے والی معلومات کو یکجا کرنا پڑے گا۔ ہم ابتدائی بدھ روایات کے پس منظر کی تلاش سے اس کی ابتدا کرتے ہیں۔

گفتگو کیجیے:
شاہجہاں بیگم نے جو کچھ بیان کیا ہے، اور جو آپ شکل 4.3 میں دیکھ رہے ہیں' اِن کا موازنہ کیجیے۔ آپ کو اِن میں کیا مماثلتیں اور فرق نظر آتے ہیں؟

2۔ پس منظر

قربانیاں اور مباحثے

قبل مسیح دور میں پہلے ہزارے کے درمیانی حصے کو عام طور پر انسانی تاریخ کا ایک اہم موڑ مانا جاتا ہے۔ اس دور میں ہمیں مفکرین ابھرتے نظر آتے ہیں جیسے ایران میں زرتشت (Zarathustra) چین میں کونگ زی، سقراط، افلاطون، اور ارسطو یونان میں؛ اور مہاویر اور گوتم بدھ ہندوستان میں۔ انھوں نے وجود کے رازوں یا پہیلیوں اور بنی نوع انسان اور نظامِ کائنات کے درمیان رشتوں کو سمجھنے کی کوشش کی۔ یہی وہ وقت تھا جب وادی گنگا میں (باب 2۔3) نئی نئی حکومتیں اور شہر ابھر رہے تھے اور مختلف طریقوں سے وہ لوگوں کی سماجی اور معاشی زندگی میں تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ ان مفکرین نے اس ارتقا اور ان تبدیلیوں کو بھی سمجھنے کی کوشش کی۔

ماخذ : 1

اگنی سے ایک پرارتھنا

اگنی سے ایک پرارتھنا یہ رگ وید کے دو اشلوک ہیں جو آگ کے دیوتا کے لیے دعائیں ہیں۔ اس دیوتا کے سامنے قربانیاں پیش کی جاتی تھیں تاکہ دوسرے دیوتاؤں تک پہنچایا جا سکے:''
پیش کر دے۔ اے طاقتور! ہماری اس قربانی کو دیوتاؤں کے سامنے۔ اے وہ کہ جو دانشمند ہے، دینے میں فراخ دل ہے۔ ہمیں عطا کر' اے پجاری! وافر غذا۔ اے اگنی، حاصل کر قربانی سے ہمارے لیے زبردست دولت حاصل کر لے،
اے اگنی؛ سدا بہار' اس کے لیے جو تیری پوجا کرے غذا (کا تحفہ)، لاجواب گائے: اولاد، جو ہماری نسل آگے بڑھائے...
اس قسم کے اشلوک خاص قسم کی سنسکرت میں نظم کیے گئے تھے۔ انہیں پجاری خاندانی کے لوگوں کو زبانی یاد کرایا جاتا تھا۔

- قربانی کے مقاصد کی فہرست بنا ئیے۔

2.1 قربانی کی روایت

کچھ پہلے سے قایم فکری روایتیں، مذہبی عقاید اور عمل چلے آ رہے تھے جن میں ابتدائی ویدی روایات بھی شامل تھیں، جو رگ وید سے ماخوذ تھیں جسے تقریباً 1500 سے 1000 قبل مسیح دور میں نظم کیا گیا تھا۔ رگ وید مختلف قسم کے دیوتاؤں کی تعریفی مناجاتوں (بھجن) پر مشتمل ہے جن میں خصوصی طور پر اگنی، اندرا اور سوم شامل ہیں۔ ان میں سے بہت سی مناجاتوں کو قربانی ادا کرنے کے دوران دوہرایا جاتا تھا اور لوگ مویشیوں، بیٹوں، اچھی صحت، طویل عمر وغیرہ کے لیے دعائیں مانگتے تھے۔

شروع میں قربانیاں اجتماعی ہوتی تھیں۔ کچھ بعد میں (تقریباً 1000 سے 500 قبل مسیح اور آگے) کچھ قربانیاں خاندان کے سربراہ پوری گھریلو اکائی کی خوشحالی اور بہتری کے لیے ادا کرنے لگے۔ اس سے زیادہ باضابطہ منظّم قربانیاں، جیسے 'راجہ سوٗیا' اور 'اشومیدھ' سردار اور بادشاہ کروایا کرتے تھے جو ان رسوم کی ادائیگی کے لیے برہمن پجاریوں پر منحصر رہتے تھے۔

2.2 نئے سوالات

اپنشدوں میں پائے جانے والے بہت سے تصوّرات (تقریباً چھٹی صدی قبل مسیح دور اور آگے) سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ زندگی کے معنوں یا مقصد، موت کے بعد زندگی کا امکان، دوسرے جنم جیسے مسائل کے لیے متجسس تھے۔ کیا موجودہ زندگی پچھلے عملوں کی وجہ سے ہے؟ ایسے سوالات پر جوش و خروش

سے بحث جاری تھی۔ مفکرین آخری یا مجرد حقیقت کو سمجھ لینے اور بیان کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ دوسرے، ویدی روایتوں سے باہر والے، پوچھتے تھے کہ کوئی واحد اور حتمی حقیقت ہے بھی یا ہے ہی نہیں! لوگوں نے قربانی کی روایت پر بھی قیاس آرائیاں شروع کر دی تھیں۔

2.3 مباحثے اور بات چیت

ہمیں بودھ متنوں سے گرم مباحثوں اور پرجوش گفت وشنید کی جھلک ملتی ہے۔ ان متنوں میں 64 مسلکوں یا مکتب فکر کا ذکر ملتا ہے۔ استاد یا گورو اپنے فلسفے کی صداقت، یا جس انداز میں وہ دنیا کو سمجھتے تھے، اسے ایک دوسرے کو باور کرانے اور عام لوگوں کو سمجھانے کے لیے جگہ جگہ کا سفر کرتے تھے۔ 'کٹاگرہ شالا'— لفظی معنوں کے اعتبار سے ایک نکیلی چھت والی جھونپڑی — یا باغوں میں بحثیں منعقد ہوتی تھیں۔ انھیں باغوں میں مسافر اور راہب ٹھہرا کرتے تھے۔ اگر کوئی فلسفی اپنے مدمقابل کو ہم رائے یا متفق کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا تو مؤخر الذکر کے ماننے والے بھی اس کے شاگرد ہو جاتے تھے۔ اس طرح کسی مسلک کی حمایت کا دائرہ وقتاً فوقتاً پھیلتا سکڑتا رہتا تھا۔

ان میں سے بہت سے گوروؤں نے جن میں مہاویرا اور بدھ دونوں شامل تھے، ویدوں کی سند یا کُلّی اختیار پر سوال اٹھائے تھے۔ وہ انسان کی اپنی ذاتی شخصیت پر بھی زور دیتے تھے۔ یعنی مرد یا عورت اپنے اس دنیاوی وجود کی کشمکشوں اور صعوبتوں سے مکتی پا لینے کی کوشش کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے یہ برہمنی موقف سے بالکل متضاد صورت حال تھی، جس میں فرد کا وجود اس کی مخصوص ذات یا صنف پر منحصر مانا جاتا تھا۔

ماخذ : 2

اپنشد کے اشلوک

نیچے چھندوگیہ اپنشد سے دو اشلوک دیے جا رہے جس کا متن تقریباً چھٹی صدی قبل مسیحی دور میں نظم ہوا تھا۔

اپنے وجود کی ماہیت

میرے دِل میں میرا یہ وجود، دھان، جَو، سرسوں یا باجرے، یا بیج کے چھلکے سے بھی چھوٹا ہے۔ میرے دل میں میرا یہ وجود اِس زمین سے بڑا ہے، اِس درمیانی خلا سے بڑا ہے، اس آسمان سے بڑا ہے اور ان دنیاؤں سے بڑا ہے۔

سچی قربانی

یہ (ہوا) جو چلتی ہے، یقیناً یہ ایک قربانی ہے ... یہ جب چلتی ہے تو ان سب کو پاک کر دیتی ہے: اس لیے یقیناً یہ قربانی ہے۔

© NCERT not to be republished

بودھ متن کس طرح تیار ہوئے اور محفوظ کیے گئے؟

بُدھ (اور دوسرے گورو) زبانی پڑھاتے تھے— گفتگو اور مباحثوں کے ذریعے مرد اور عورتیں (شاید بچے بھی) ان جلسوں میں شریک ہوئے اور جو کچھ سنتے اس پر گفتگو کرتے۔ بدھ کی کوئی تقریر ان کی زندگی میں نہیں لکھی گئی۔ اُن کی موت (تقریباً پانچویں۔ چوتھی صدی قبل مسیح دور) کے بعد اُن کے شاگردوں میں 'بزرگوں' یا سینئر راہبوں کی ایک کونسل نے ویسالی (آج کے بہار میں ویشالی کی جگہ پالی) 'ٹپی ٹاکا'— لفظی معنی: 'تین ٹوکریاں تین مختلف متنوں کو اُٹھانے کے لیے' منتقل کی جاتی تھیں۔ پھر انہیں لکھ کر ان کی طوالت اور اِن میں شامل موضوع و مواد کے اعتبار سے تقسیم کیا جاتا تھا۔

'وِنایا پِٹک' 'سنگھ' یا خانقاہی تنظیم میں داخل ہونے والوں کے لیے قواعد و ضوابط شامل کیے گئے تھے۔ بدھ کی تعلیمات کو 'سُتّ پِٹک رکھا گیا تھا اور 'اَبھی دھمّا پِٹک کا ئیں فلسفیا مواد اکٹھا کیا گیا تھا۔ ہر ایک 'پِٹک' متعدد الگ الگ متنوں پر مشتمل تھی۔ بعد میں اِن متنوں پر بودھ علماء نے توضیحیں اور تفسیریں لکھیں۔

جیسے جیسے بدھ مت سری لنکا جیسے نئے علاقوں میں پہنچا دوسرے متن، جیسے 'دیپاوَمسا' (لفظی معنی جزیرہ کا روزنامچہ) اور مہاوَمسا' (عظیم روزنامچہ) لکھے گئے۔ بدھ کی سوانح حیات بھی شامل ہوئی تھی۔ ان میں کچھ سب سے پرانے متن پالی میں ہیں، لیکن بعد کی تالیفات سنسکرت میں ہیں۔

جب بدھ مت مشرقی ایشیا میں پہنچا تو وہاں سے بہت سے یاتری— جیسے چین سے فاسیان اور زوان زنگ متنوں کی تلاش میں ہندوستان آئے۔ یہ لوگ ان متنوں کو لے گئے اور ان کا عالموں نے ترجمہ کیا۔ ہندوستانی بودھ عالموں نے بھی دور دراز مقامات کا سفر کیا اور بدھ کی تعلیمات کا ان متنوں کے توسط سے پرچار کیا۔

صدیوں تک بودھ متن ایشیا کے مختلف حصوں کی خانقاہوں میں حفاظت سے رکھے رہے۔ اِن متنوں کے جدید ترجمے پالی، سنسکرت، چینی اور تبّتی زبانوں سے کیے گئے ہیں۔

شکل: 4.4
سنسکرت میں ایک بودھ مخطوطہ۔ تقریباً بارھویں صدی

© NCERT not to be republished

ماخذ:3

جبریت کے معتقد اور مادّہ پرست

نیچے 'سُتّ پٹک' کا ایک اقتباس دیا جا رہا ہے، جس میں مگدھ کے بادشاہ 'اجات شترو' اور بدھ کے مابین ایک گفتگو کا بیان ہے:

ایک بار بادشاہ اجات شترو بدھ سے ملنے آیا اور ان سے ایک اور گورو 'مکھالی گوسالا' کی بتائی ہوئی بات بیان کی۔

''گوکہ اُس میں نیکی سے، سمجھدار شخص کو امید رکھنی چاہیے......اس کفارے سے مجھے کرم حاصل ہو جائے گا......اور اسی ذریعہ سے ایک سمجھ کو توقع کرنی چاہیے کہ وہ رفتہ رفتہ اس 'کرم' سے چھٹکارا پا جائے گا، مگر ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کر سکتا۔ راحت و رنج، جیسے یہ ہیں: سمسارا' (آواگون) کے دوران بدلے نہیں جا سکتے۔ نہ یہ کم کیے جا سکتے ہیں نہ بڑھائے جا سکتے ہیں... بالکل ایسے ہی جیسے دھاگے کے گولے کا چال ہوگا اگر اسے آخر تک کُھلنے کے لیے چھوڑ دیا جائے، اسی طرح سمجھ دار اور ناسمجھ دونوں یکساں طور پر اپنے اپنے راستے پر لگے رہیں گے اور دکھ پر خاتمہ ہوگا''۔

اور ایک فلسفی کیسا کمبالن نے جو کچھ بتایا وہ اس طرح ہے: ''ایسی کوئی چیز نہیں ہے، اے بادشاہ، بھیک، قربانی یا چڑھاوے...ایسا کچھ نہیں جیسے 'یہ دنیا' یا 'اگلی دنیا'...''

انسان چار عناصر سے بنا ہے۔ جب وہ مرتا ہے تو اس کا زمینی حصہ زمین کی طرف پلٹ جاتا ہے، سیال حصہ پانی کی طرف، حرارت آگ کی طرف اور ہوائی (یا بادی حصہ) ہوا کی طرف اور اس کی حِسّ خلاء میں پہنچ جاتی ہے ...تحفوں (چڑھاووں) کی بات ناسمجھوں کا اصول ہے۔ ایک کھوکھلا جھوٹ...ناسمجھ اور سمجھدار دونوں یکساں طور پر اچانک اُٹھا لیے جاتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ موت کے بعد باقی نہیں رہے۔''

پہلا استاد اجیوکوں کی روایت سے تعلق رکھتا تھا۔ انہیں عام طور پر جبر کے عقیدے کا قائل کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہر چیز پہلے سے لکھی جا چکی ہے۔ دوسرا گورو لوکایتوں کی روایت کا معتقد تھا، جنھیں عام طور پر 'مادّہ پرست' مانا جاتا ہے۔ اِن روایتوں کے متن باقی نہیں رہے ہیں۔ اس لیے ہم ان کے بارے میں صرف دوسری روایتوں کے توسط سے ہی کچھ جانتے ہیں۔

⊂ کیا آپ کے خیال میں اِن لوگوں کو 'جبریت کے معتقد' یا 'مادّہ پرست' کہنا مناسب ہے؟

گفتگو کیجیے:

جب کہ متن دستیاب نہ ہوں یا باقی نہ بچے ہوں۔ ایسی حالت میں تصوّرات اور عقائد کی تاریخیں بنانے میں کیا مسائل درپیش ہوتے ہیں؟

3۔ دنیاوی خوشیوں سے پرے

مہاویر کا پیغام

جینیوں کا فلسفہ شمالی ہندوستان میں وردھمان کی پیدائش سے پہلے ہی جنھیں مہاویر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ چھٹی صدی قبل مسیحی دور میں موجود تھا۔جین روایات کے مطابق مہاویر سے پہلے 23 گورو گزر چکے تھے جنھیں 'تیرتھنکر' کہا جاتا ہے،جس کے لفظی معنی ہیں وہ لوگ جو مرد اور عورتوں کی دریائے وجود کے پار رہنمائی کرتے ہیں۔

جین مت میں سب سے اہم تصور یہ ہے کہ پوری دنیاو حسِ حیات معمور ہے: پتھروں، چٹانوں، یہاں تک کہ پانی میں بھی زندگی ہے۔ذی حیات چیزوں کو اذیت نہ دینا جین فلسفے کا مرکزی نکتہ ہے۔خصوصاً انسانوں، جانوروں، پودوں اور حشرات الارض کو۔یہ حقیقت ہے کہ جین مت کے بنیادی تصور، اہنسا' نے ہندوستان کی مجموعی فکر پر اثر چھوڑا ہے۔جین تعلیمات کے مطابق جنم اور دوبارہ جنم یا آواگون کا یہ چکّر 'کرم' کی بنیاد پر چلتا ہے۔

'کرم' کے اس چکر سے چھٹکارا پانے کے لیے ترک لذات اور کفارے کو اپنانا ہوتا ہے۔اور یہ صرف دنیا کو تج دینے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔اس لیے مکتی یا نجات کے لیے راہبانہ زندگی ضروری ہے۔جین راہب اور راہبائیں پانچ وچن لیتے تھے:قتل سے بچنا، چوری اور جھوٹ سے بچنا، تجرد یا برہمچر یہ اپنانا، اور ملکیت رکھنے سے بچنا۔

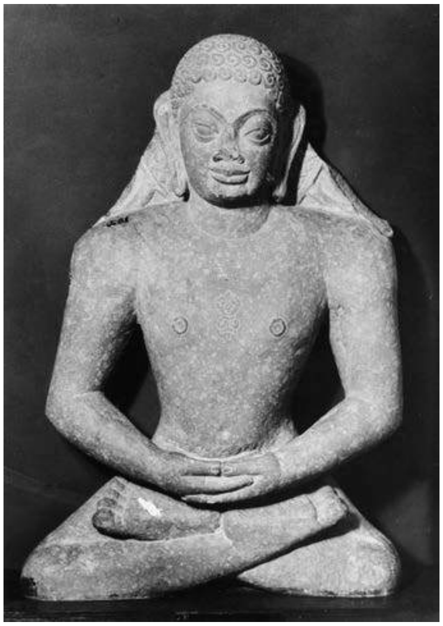

شکل:4.5
متھرا سے ایک تیرتھنکر کی مورتی تقریباً بیسوی صدی

ماخذ: 4

محل سے دور زندگی

جس طرح بدھ کی تعلیمات کو ان کے پیروؤں نے مدوّن کیا، اسی طرح مہاویر کی تعلیمات کو بھی اُن کے شاگردوں نے مرتب کیا۔ عام صورتوں میں یہ کہانیوں کی شکل میں ہوتی تھیں تاکہ یہ عام لوگوں کی توجہ اور دلچسپی حاصل کرسکیں۔ نیچے ایک مثال دی جارہی ہے اسے **اُتّرادھیان سُت**" نامی پالی متن سے اخذ کیا گیا ہے۔اس میں بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح کملاوتی نامی ایک رانی نے اپنے شوہر کو دنیا کو تج دینے پر راضی کیا:

اگر ساری دنیا اور اس کے سارے خزانے بھی تمہارے ہوجائیں تب بھی تمھیں سیری نہیں ہوگی اور نہ ہی یہ تمھیں بچالینے میں کامیاب ہوں گے۔ جب تم مروگے، اے راجا، اور یہ سب کچھ پیچھے چھوڑ جاؤ گے اس وقت صرف 'دھمّہ' ہی تمھیں بچائے گا، اور کچھ نہیں۔ جیسے کسی چڑیا کو پنجرہ اچھا نہیں لگتا، مجھے بھی (یہ دنیا) پسند نہیں ہے۔ میں راہبوں کی زندگی گزاروں گی، بغیر اولاد کے، بغیر خواہش کے، بغیر منافع (حصول) سے محبت کے، بغیر نفرت کے...

وہ جنھوں نے خوشیاں یا راحت حاصل کرکے انھیں تج دیا ہے، وہ ہوا کی طرح (آزاد) پھرتے ہیں، اور جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں، بے روک ٹوک، جیسے چڑیا اپنی اڑان میں...

اپنی بڑی حکومت چھوڑ دو... جو تمہارے حواس کو لذت پہنچائے اسے تج دو۔ بے لوث اور بے ملکیت ہوجاؤ، پھر شدید کفارہ کے کام کرو، اپنی طاقت پر مضبوطی سے جمے ہوئے...

⊂ رانی کی دی ہوئی دلیلوں میں کون سی دلیلیں سب سے زیادہ قائل کرنے والی ہیں؟

گفتگو کیجیے:

کیا اکیسویں صدی میں 'اہنسا' مناسبت رکھتی ہے؟

رفتہ رفتہ جین مت ہندوستان کے بہت سے حصوں میں پھیل گیا۔ بودھوں کی طرح جین عالموں نے بھی مختلف زبانوں میں ادب کا ایک بڑا خزانہ پیدا کر دیا— پراکرت، سنسکرت اور تمل میں۔ صدیوں تک یہ مخطوطے مندروں سے ملحق لائبریریوں میں پوری احتیاط کے ساتھ محفوظ رہے۔

کچھ قدیم ترین حجری بُت تراشی کے نمونے، جو مذہبی روایات سے تعلق رکھتے ہیں، وہ جین تیرتھنکروں کے معتقدین کے ہی تیار کردہ ہیں، اور اب پورے برّصغیر میں مختلف مقامات سے دریافت کیے جا چکے ہیں۔

شکل: 4.6
چودھویں صدی کے جین مخطوطے کا ایک صفحہ

کیا آپ رسم الخط پہچان سکتے ہیں؟

4۔ بدھ اور گیان کی تلاش

اپنے دور کے سب سے مؤثر گورو بدھ تھے۔ صدیوں تک ان کا پیغام پورے برّصغیر میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک اور اس سے آگے بڑھ کر وسط ایشیا سے گزرتا ہوا چین، کوریا اور جاپان، اور سری لنکا کے توسط سے سمندر پار میانمار، تھائی لینڈ اور انڈونیشیا تک گردش کرتا رہا۔

ہم بدھ کی تعلیمات کے بارے میں کن ذرائع سے معلومات حاصل کرتے ہیں۔ ان کی تشکیل تو متذکرہ بالا بودھ متنوں کے ترجمے، تجزیے اور بہت احتیاط سے ان کی ایڈیٹنگ کے بعد کی گئی ہے۔ مؤرخین نے ان کی زندگی کی تفصیلات کا کانا کہ بنانے کے لیے 'ہیگیو گرافیوں' (مذہبی لوگوں کی سوانح عمریاں) سے بھی مدد لینے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے زیادہ تر، اس عظیم گورو کی یادگاری تفصیلات کو محفوظ کرنے کی کوشش کے طور پر، ان کے کم سے کم سو سال بعد لکھی گئی تھیں۔

ان روایات کے مطابق، سدھارتھ، جو ان کی پیدائش پر ان کا نام رکھا گیا تھا، ساکیا خاندان کے سردار کے بیٹے تھے۔ ان کی پرورش زندگی کی تلخ ترش حقیقتوں سے بالکل محفوظ محل کے پرسکون

'ہیگیو گرافی' (Hagiography) سادھو سنتوں یا مذہبی رہنماؤں کی سوانح ہوتی ہے۔ یہ سوانح عام طور پر اس سنت کی کامیابیوں کی قصیدہ خوانی کرتی ہیں اور ضروری نہیں کہ لفظ بہ لفظ صحیح ہوں۔ یہ اس لیے اہم ہوتی ہیں کہ ان سے اس مخصوص روایت کے پیروکاروں کے عقاید کا علم حاصل ہوتا ہے۔

کے سردار کے بیٹے تھے۔ان کی پرورش زندگی کی تلخ ترش حقیقتوں سے بالکل محفوظ محل کے پرسکون سائے میں ہوئی۔ایک دن انھوں نے اپنے رتھبان کو شہر لے جانے پر مجبور کیا۔دنیا میں ان کا یہ پہلا سفر خاصا دہشتناک رہا۔انھیں جب ایک بوڑھا، ایک بیمار، اور ایک لاش نظر آئی تو وہ بے حد پریشان ہوگئے۔اس وقت انھیں احساس ہوا کہ انسان کے جسم میں ٹوٹ پھوٹ اور پھر بالکل خاتمہ ناگزیر ہے۔انھوں نے ایک بے گھر بھکاری کو بھی دیکھا جو، انھیں لگا، کہ بڑھاپے، بیماری اور موت کو تسلیم کر چکا ہے اور اس میں اسے سکون مل گیا ہے۔سدھارتھ نے طے کیا کہ وہ بھی یہ راستہ اختیار کرلیں گے۔جلدی ہی، انھوں نے محل چھوڑ دیا اور خود اپنی حقیقت کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

سدھارتھ نے متعدد طریقے اپنائے جس میں اپنے جسم کو اذیت دینا بھی شامل تھا، جس سے وہ لگ بھگ موت کی حد تک پہنچ گئے۔ان شدید قسم کے طریقوں کو چھوڑ کر انھوں نے مراقبے کا طریقہ اپنایا اور آخر انھیں کئی دن بعد بصیرت یا گیان حاصل ہوگیا۔اس کے بعد سے وہ 'بدھ' 'بصیرت یافتہ' کہلائے جانے لگے۔زندگی کا باقی حصہ انھوں نے 'دھمّہ' یا نیک زندگی، کی تعلیم دینے میں گزارا۔

شکل:4.7
امراوتی (آندھرا پردیش) سے (لگ بھگ دوسری صدی عیسوی) بت تراشی نمونہ۔بدھ کا اپنے محل سے رخصت ہونے کا منظر

گفتگو کیجیے:

اگر آپ بدھ کی زندگی کے بارے میں نہ جانتے ہوتے تو کیا آپ بتا سکتے تھے کہ اس بُت تراشی نمونے میں کیا ظاہر کیا گیا ہے؟

5۔بدھ کی تعلیمات

بدھ کی تعلیمات کی تشکیل بنیادی طور پر 'ستّاپِتا کا' میں پائی جانے والی کہانیوں سے کی گئی ہے۔حالانکہ کچھ کہانیوں میں ان کی معجز نما طاقتوں کو بھی بیان کیا گیا ہے مگر دوسری کہانیوں سے اظہار ہوتا ہے کہ بدھ لوگوں کو اپنی مافوق الفطرت طاقتوں کے اظہار کے بجائے اپنی دلیلوں کے ذریعے اور سمجھا بجھا کر قایل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔مثال کے طور پر جب ایک غم کی ماری ماں،جس کا بچہ مر گیا تھا،ان کے پاس آئی تو انھوں نے اس کے بچے کو زندہ واپس لے آنے کے بجائے اسے موت کی ناگزیرصورت کا قایل کیا۔یہ کہانیاں لوگوں کی عام بول چال کی زبان میں بیان کی جاتی تھیں تاکہ انھیں آسانی سے سمجھا جاسکے۔

بدھ فلسفے کے مطابق دنیا عارضی یا فانی (اَنِکّا) ہے اور ہر وقت بدلتی رہتی ہے۔یہ بے روح 'اَنِتّا' بھی ہے کیونکہ اس میں کوئی چیز مستقل اور ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہے۔اس عارضی دنیا میں غم (دُکھ) انسان کے وجود کا فطری یا لازمی جُز ہے۔شدید کفارے اور عیش کوشی کے درمیان ایک معتدل راستے کو اپنا کر ہی بنی نوع انسان ان دنیاوی صعوبتوں سے اوپر اٹھ سکتا ہے۔بدھ مت کی بالکل ابتدائی شکلوں میں خدا کے ہونے نہ ہونے کا سوال بے محل تھا۔

بودھ سماجی دنیا کی تشکیل کو اُلوہی بنیاد کی بجائے انسانی بنیاد پر مبنی مانتے تھے۔اسی لیے وہ بادشاہوں اور گہاپتیوں (باب 2 بھی ملاحظہ ہو) کو انسان دوستی اور اچھے اخلاق کا مشورہ دیا کرتے تھے۔انفرادی کوششوں سے سماجی رشتوں میں تبدیلی پیدا ہو جانا متوقع تھی۔

ماخذ:5

بدھ مت:عملی روپ میں

یہ 'سُتّ پِٹک' سے ایک اقتباس ہے اور اس میں سِگالا نامی ایک دولت مند کو بدھ کے دیے ہوئے مشورے کو بیان کیا گیا تھا۔

پانچ طریقوں سے کسی مالک کو اپنے نوکروں اور خدمتگاروں کی دیکھ بھال کرنی چاہیے...ان کی طاقت کے مطابق اُن کو کام سونپ کر،انہیں کھانا اور اُن کی تنخواہیں دے کر،بیماری کے وقت اُن کی خبر گیری کر کے،لذیذ اور اچھے کھانوں میں انہیں شریک کر کے اور موقع بہ موقع انہیں چھٹی دے کر...

ہم قبیلہ لوگوں کی پانچ طریقوں سے 'سامانا وَں' (وہ لوگ جو دنیا کو ترک کر چکے ہیں) اور برہمنوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا چاہیے:عمل،تقریر اور دماغ میں اُن کے لیے محبت رکھ کر،اُن کے لیے گھر کھلا رکھ کر اور اُن کی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کر کے۔

سِگالا کے لیے ایسی ہی ہدایات'اس کے والدین،استاد اور بیوی کے ساتھ سلوک کے سلسلے میں بھی ہیں۔

بتائیے،والدین،استاد اور بیوی کے لیے کیا ہدایات ہوں گی۔

آوَ گون کے چکر سے چھٹکارے، اورخود افروزی (اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا احساس) اور 'نِبان' لفظی معنی انا اور خواہش کو کچل ڈالنا۔ ان کیفیتوں کے حصول کے لیے خود فرد کی اپنی صلاحیت اور کوشش اور نیک اعمال پر زور دیتے تھے — اسی سے ان لوگوں کے تکلیفوں اور بے چینیوں کے چکر کا خاتمہ ہوسکتا تھا، جو دنیا کو چھوڑ چکے ہوں۔ بودھ روایتوں کے مطابق اپنے معتقدین سے ان کے آخری لفظ تھے 'خود اپنے لیے چراغ بن جاؤ چونکہ تم سب کو اپنی مُکتی کے لیے کام کرنا ضروری ہے۔'

گفتگو کیجیے:
سگالا کو دیے گئے بدھ کے مشورے اور اشوک کے اپنی رعایا کو دیے گئے مشورے کا موازنہ کیجیے (باب ۔2) کیا آپ کو اِن میں کچھ مماثلتیں یا فرق محسوس ہوتے ہیں؟

6۔ بدھ کے ماننے والے

جلدی ہی بدھ کے شاگردوں کا ایک اجتماع قایم ہوگیا اور انھوں نے ایک 'سنگھ' قایم کیا — یہ راہبوں کی ایک تنظیم تھی جو خود 'دھمّہ' کے استاد بن گئے۔ یہ راہب بڑے سیدھے سادے انداز میں زندگی گزارتے تھے۔ جینے کے لیے صرف لازمی چیزیں ان کی ملکیت ہوتیں — جیسے عام لوگوں سے دن میں ایک بار کھانا جمع کرنے کا پیالا۔ چونکہ یہ لوگ خیرات پر زندگی گزارتے تھے اس لیے انھیں 'بھکچھو' کہا جاتا تھا۔

شروع شروع میں سنگھ میں شامل ہونے کی اجازت صرف مردوں کو تھی، پھر بعد میں عورتوں کو بھی اجازت دے دی گئی۔ بودھ روایتوں کے مطابق یہ صورت بدھ کے عزیز ترین شاگردوں میں سے ایک آنند کی سفارش سے ممکن ہوسکی۔ انھوں نے ہی بدھ کو عورتوں کو سنگھ میں شامل کر لینے پر راضی کرلیا۔ بدھ کی سوتیلی ماں مہاپجاپتی گوتمی وہ پہلی عورت تھیں جنھیں 'بھکچھو' کا خطاب عطا کیا گیا۔ 'سنگھ' میں داخل ہونے والی بہت سی عورتیں 'دھمّہ' کی استاد ہوئیں اور آگے بڑھ کر 'تھیرس' بن گئیں۔ یعنی وہ محترم خاتون جس نے 'مُکتی' حاصل کر لی ہو۔

بدھ کے معتقدین سماج کے مختلف درجوں یا حصوں سے آئے تھے۔ ان میں بادشاہ، دولت مند اور 'گہاپتی' شامل تھے۔ اس میں کمتر درجوں کے عام لوگ، کام گار، غلام، دستکار وغیرہ بھی شامل تھے۔ جب ایک بار سنگھ میں داخل ہوگئے تو پھر سب برابر مانے جاتے تھے اور 'بھکچھو' یا 'بھکچھونی' ہونے کے بعد وہ اپنی تمام پرانی سماجی شناختوں کو محو کردیتے تھے۔ سنگھوں کی داخلی کارکردگی 'گاناؤں' اور 'سنگھوں' کی روایات پر مبنی تھی، جہاں گفت وشنید کے بعد اتفاق رائے حاصل کیا جاتا تھا۔ اگر اتفاق رائے ممکن نہ ہوتا تو پھر اس مسئلے پر رائے شماری (ووٹ) کے ذریعے فیصلہ کیا جاتا تھا۔

بدھ مت نے بدھ کی زندگی میں بھی اور ان کے بعد بھی بہت تیزی سے ترقی کی، کیونکہ یہ بہت سے ایسے لوگوں کے لیے تاثر اور دلکشی پیدا کرتا تھا جو اس وقت کی موجود مذہبی رسوم وعمل سے غیر مطمئن تھے اور اپنے ارد گرد رونما ہونے والی تیز رفتار سماجی تبدیلیوں سے پریشان تھے۔ پیدائش کی بنیاد پر برتری کی بجائے فرد کے عمل اور اس کے اقدار کو دی جانے والی

شکل: 4.8
پانی لانے والی ایک عورت' (متھرا) تقریباً تیسری صدی عیسوی دور

ماخذ: 6

تھیری گاتھا

یہ ایک انوکھا بودھ متن ہے جو سُت پٹک کا حصہ ہے۔ یہ بھکّھونیوں کے نظم کردہ اشعار کا مجموعہ ہے۔ یہ عورتوں کے سماجی اور روحانی تجربات پر نگاہ ڈالنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔
'پُنّا' ایک 'دامنی' یا غلام ہر صبح اپنے مالک کے گھر کے لیے دریا سے پانی بھرنے جاتی تھی۔ اُسے وہاں ہر روز ایک برہمن اشنان کی روایتیں پوری کرتا نظر آتا تھا۔ ایک صبح اس نے برہمن سے بات کی۔ نیچے پُنّا اور برہمن کے درمیان مکالمے کو، جسے پنّا نے نظم کیا ہے، دیا جارہا ہے:

میں ایک پانی ڈھونے والی ہوں
سردیوں میں بھی
میں ہمیشہ دریا تک نیچے آتی رہی ہوں
سزا کے خوف سے
یا اعلا ذات کی عورتوں کے غضبناک لفظوں سے (ڈرکر)
مگر برہمن! تمھیں کاہے کا ڈر ہے؟
جو تمھیں نیچے دریا تک لے جاتا ہے
(حالانکہ) اس کڑکڑاتے جاڑے میں تمہارا جوڑ جوڑ کانپتا رہتا ہے۔

برہمن نے جواب دیا۔
میں بدی سے بچنے کے لیے نیکی کر رہا ہوں۔
کوئی بھی— بوڑھا یا جوان
جس نے کوئی بدی کی ہو
وہ پانی میں نہا کر چھٹکارا پا لیتا ہے

پُنّا نے کہا
یہ تمھیں کس نے بتایا کہ پانی سے دھوکر تم برائیوں سے پاک ہو جاؤ گے؟
یوں تو سارے مینڈک اور کچھوے، جنّت میں جائیں گے، اور ایسے ہی پانی کے سانپ بھی۔ اور گھڑیال...!
(اس کے بدلے میں) وہ کام ہی نہ کرو جس کا خوف تمھیں پانی کی طرف لے جائے
برہمن ٹھہر جاؤ!
اور اپنی کھال کو سردی سے بچاؤ

➲ اس نظم سے بدھ کی کن کن تعلیمات کا اظہار ہوتا ہے؟

© NCERT not to be republished

ماخذ: 7

بھکشوؤں اور بھکشنیوں کے لیے ضابطے (اُصول)

ونایہ پٹک میں تحریر کردہ قواعد اور ضوابط میں سے کچھ یہ ہیں

جب کوئی بھکچھو، کوئی نیا کمبل یا دری تیار کرے گا تو وہ کم سے کم چھ سال تک رکھا جانا چاہیے۔ اگر چھ سال کے خاتمے سے پہلے ہی وہ کوئی نیا عمدہ، کمبل، دری بنائے تو یہ خیال کیے بغیر کہ اُس نے پہلے ہی وہ کوئی ٹھکانے لگایا ہے یا نہیں تو سوائے اس صورت کے کہ بھکچھوؤں نے اُسے اس کی اجازت دے دی ہے— اُسے ضبط کر کے قبول کر لیا جائے۔

ایسی صورت میں کہ کوئی بھکچھو کسی خاندان کے رہائشی گھر پہنچے اور اُسے دو روٹیاں یا پکے ہوئے اناج کا کھانا پیش کیا جائے تو اگر وہ چاہے تو دو تین پیالے لے سکتا ہے۔ اگر وہ اس سے زیادہ قبول کرتا ہے تو یہ اس سے قبول کر لیا جانا چاہیے۔ وہاں دو تین پیالے قبول کر کے اُنھیں وہاں سے لا کر اسے اس میں دوسرے بھکچھوؤں کو شریک کرنا چاہیے۔ یہاں کا صحیح طریقہ یہی ہے۔

اگر کوئی بھکچھو کبھی ایسی رہائش گاہ میں جو سنگھ سے متعلق ہو وہاں بستر بچھائے— یا بچھانے کے بعد— روانگی کے وقت اُسے واپس نہیں رکھ سکتا یا نہیں رکھواتا، یا وہ بغیر اجازت چلا جاتا ہے تو اُسے قبول کیا جائے۔

- کیا آپ وضاحت کر سکتے ہیں کہ یہ قاعدے کیوں بنائے گئے تھے؟

اہمیت، اور 'میتا' (بھائی چارہ) اور 'کرونا' (دردمندی) پر زور، خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو عمر میں چھوٹے تھے یا کسی سے کمزور تھے، وہ خیالات یا خوبیاں تھیں جو بودھ تعلیمات کی طرف لوگوں کو کھینچتی تھیں۔

گفتگو کیجیے:

آپ کے خیال میں داسی پُنّا سنگھ میں کیوں شامل ہونا چاہتی ہے۔

© NCERT not to be republished

7۔ استوپ

ہم نے دیکھا کہ بدھ تصورات اور عمل، بہت سی دوسری روایات، جن میں برہمن اور جین اور کچھ ایسی روایت بھی شامل تھیں جن کے کوئی تحریری متن بھی نہیں تھے، ان کے درمیان خیالات کے لین دین یا عمل اور ردّ عمل کے ذریعے وجود میں آئے۔ ایسے کچھ عمل اور رد عمل ان طریقوں میں دیکھے جاسکتے ہیں جن کے توسط سے کچھ مقدس مقامات کی شناخت ہوئی۔

بالکل ابتدائی دور سے ہی لوگ کچھ مقامات کو مقدس و محترم سمجھنے کا رجحان رکھتے تھے۔ ان میں کچھ مخصوص پیڑوں کے مقامات یا کچھ انوکھی قسم کی چٹانیں یا انسانی دل و دماغ پر چھا جانے والے کچھ قدرتی خوبصورتی کے مقامات شامل تھے۔ یہ مقامات جن سے ملحق کچھ چھوٹے چھوٹے مندر ہوتے تھے، انھیں کبھی کبھی 'چیتّیہ' کے نام سے بھی جانا جاتا تھا۔

لفظ 'چیتّیہ' ممکن ہے 'چِتا' لفظ سے اخذ کیا گیا ہو جس کے معنی ہیں انسانی جسموں کو جلانے کے لیے لکڑی کی چِتا۔ کچھ اور آگے بڑھ کر اسے چِتا کا ٹیلا بھی کہا جاتا ہے۔

بودھ ادب میں بہت سے چیتّیوں کا ذکر ہے۔ اس میں اُن جگہوں کی تفصیلات بھی ہیں جو بدھ کی زندگی سے کچھ تعلق رکھتی ہیں۔ جہاں وہ پیدا ہوئے، (لمبنی) جہاں انھیں گیان حاصل

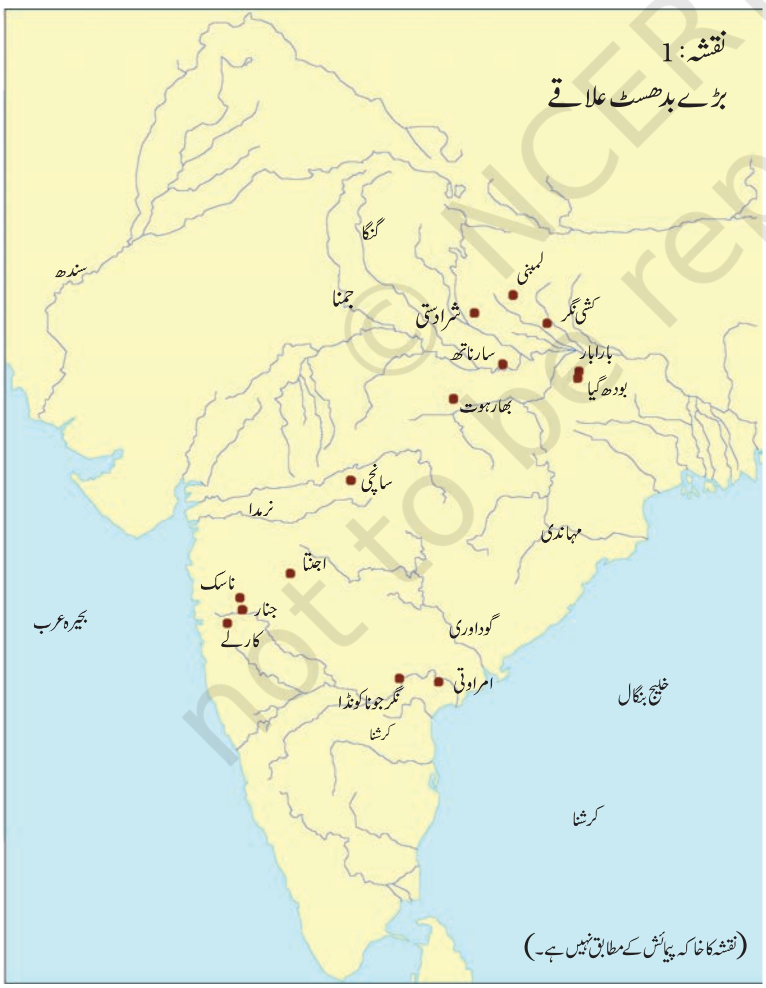

نقشہ: 1
بڑے بدھسٹ علاقے

© NCERT not to be republished

ہوا (بودھ گیا)، جہاں انھوں نے اپنا پہلا وعظ دیا، (سارناتھ) اور انھیں جہاں 'نروان' حاصل ہوا (کُسی نگر)۔ رفتہ رفتہ یہ تمام جگہیں مقدس سمجھی جانے لگیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ بدھ کے زمانے کے لگ بھگ 200 سال بعد اشوک نے لُمبنی میں ایک لاٹ نصب کروائی، یہ بتانے کے لیے کہ وہ اس جگہ آیا تھا۔

7.1 استوپ کیوں بنائے گئے؟

دوسری بھی ایسی جگہیں تھیں جنھیں مقدس سمجھا جاتا تھا۔ یہ اس لیے تھا کہ وہاں بدھ کے مقدس آثار جیسے ان کے جسمانی باقیات یا ان کا استعمال کردہ سامان، وہاں دفن کیے گئے تھے یہی وہ ٹیلے تھے جنھیں استوپ کہا جاتا تھا۔

استوپ بنانے کی روایت تو بدھ سے بھی پہلے کی ہوسکتی ہے، لیکن بعد میں انھیں صرف بدھ مت سے ہی منسوب کیا جانے لگا۔ اور چونکہ ان میں کچھ مقدس باقیات رکھے ہوئے تھے اس لیے استوپوں کا تقدس واحترام بدھ مت اور بدھ دونوں کی علامتوں کے طور پر کیا جانے لگا۔ ایک بودھ متن 'اشوکا ودان' کے مطابق، اشوک نے بدھ کے باقیات کے حصوں کو تمام اہم شہروں میں بھیجا اور وہاں استوپ بنانے کا حکم دیا۔ دوسری صدی قبل مسیح تک بھارہوت، سانچی اور سارناتھ (نقشہ 1) جیسے بہت سے مقامات پر استوپ تعمیر ہو چکے تھے۔

7.2 استوپ کیسے تعمیر ہوئے تھے۔

باہر کے پتھر کے جنگلے اور ستونوں پر کتبوں میں تعمیر اور سجاوٹ کے لیے دیے گئے عطیات کو مرتب کیا گیا ہے۔ کچھ عطیات ستواہن جیسے بادشاہوں نے دیے تھے۔ اس کے علاوہ پیشہ وری انجمنوں (گلڈوں) نے دیے تھے۔ جیسے ہاتھی دانت کے دستکاروں کے گلڈ نے سانچی کے ایک دروازے کا ایک حصہ بنوایا تھا۔ سیکڑوں عطیات عورتوں اور مردوں نے دیے تھے جن کے ناموں کا ذکر ہے، کبھی کبھی ان جگہوں کے نام بھی دیے گئے ہیں جہاں سے یہ لوگ آتے تھے۔ ان کے پیشے اور ان کے اعزا کے نام بھی کہیں کہیں بڑھا دیے گئے ہیں۔ بھکشو نیوں نے بھی ان یادگاروں کی تعمیر میں مدد دی تھی۔

7.3 استوپ کا ڈھانچہ یا خاکہ

'استوپ' (سنسکرت لفظ جس کے معنیٰ 'ڈھیر' کے ہوتے ہیں) اس کی ابتدا ایک سیدھے سادے، مٹی کے نیم مدوّر ٹیلے سے ہوئی تھی، بعد میں اسے 'انڈا' کہا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ یہ نسبتاً زیادہ پیچیدہ تعمیر میں تبدیل ہوتا چلا گیا جس میں گول اور مربع شکلوں میں توازن پیدا کیا جاتا تھا۔ 'انڈا' کے اوپر 'ہارمیکا' تھا، جو ایک برآمدے جیسا ڈھانچہ ہوتا تھا جو دیوتاؤں کے مسکن کا مظہر تھا۔

ہارمیکا سے اوپر اٹھتا ہوا ایک اسطوانہ (جھنڈا لگانے کی بلی جیسا) تھا جسے 'یاشتی' کہتے تھے۔ کبھی کبھی اس پر چھتری بھی چڑھائی جاتی تھی۔ ٹیلے کے اردگرد ایک جنگلا ہوتا تھا جو اس مقدس

ماخذ: 8

استوپ کیوں بنائے گئے

یہ 'سُتا پاٹکا' کے ایک حصے 'مہا پاری نبانا سُت' سے ایک اقتباس ہے:

جب بدھ اپنے آخری وقت میں بستر مرگ پر تھے تو آنند نے پوچھا

مالک ہمیں تاتھا گاٹ کے باقی (جسم) کا کیا کرنا ہے'' (بدھ کا دوسرا نام)؟

بدھ نے جواب دیا۔ ''تاتھا گاٹ کے باقیات کی عزّت و احترام سے کود کو باز نہ رکھنا، آنند! اپنی بھلائی کے لیے جوش وخروش کے ساتھ مستعد رہنا''۔

پھر جب بدھ پر اس کی مزید وضاحت کے لیے زور ڈالا گیا تو انھوں نے کہا: ''تاتھا گاٹ کے لیے چار چوراہوں پر انھیں ایک ایک 'تھوپا' (استوپ کے لیے پالی کا لفظ) بنانا چاہیے۔ اور اس پر جو کوئی بھی ہار یا خوشبو چڑھائے گا...... اور وہاں سلام کرے گا اور وہاں جا کر دل کا سکون حاصل کرے گا، وہ ان کے لیے عرصے تک فائدے اور خوشی کا باعث ہوگا۔''

شکل 4.15 کو دیکھیے اور پہچانیے کہ کیا آپ کو اس قسم کے کچھ عمل نظر آتے ہیں؟

© NCERT not to be republished

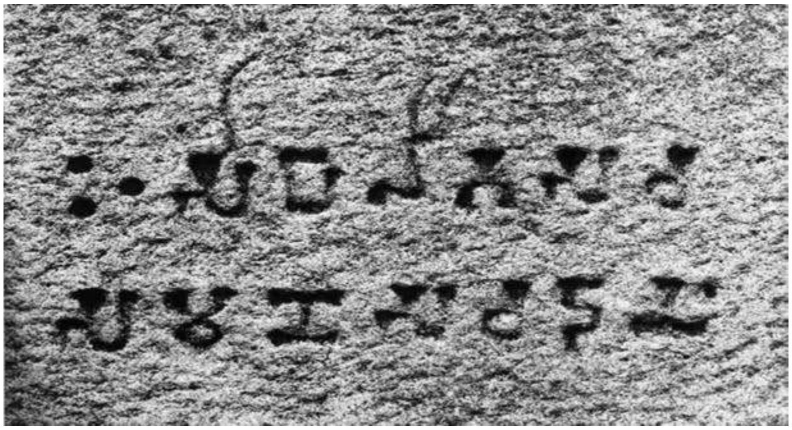

شکل: 4.9
سانچی سے ایک مَنّتی چڑھاوے کا کتبہ۔ایسے سیکڑوں کتبے بھارہوت اور امراوتی میں پائے گئے ہیں۔

گفتگو کیجیے:

سانچی کے بڑے استوپ کے منصوبے (شکل 4.10a) اور فوٹو، (شکل 4.3) میں کیا مماثلتیں اور کیا فرق ہیں؟

مقام کو عام دنیا سے الگ کرتا تھا۔

سانچی اور بھارہوت میں شروع کے استوپ پتھر کے جنگلے کے علاوہ سیدھے سادھے ہوتے تھے۔جنگلے بانس یا لکڑی کے لمبے لمبے ٹکڑوں جیسے لگتے تھے، دروازے ہوتے تھے جن پر بہت بھرا بھرا سنگ تراشی کا کام ہوتا تھا اور انھیں چار سمتوں — شمال، جنوب، مشرق، مغرب— کی سمت نصب کیا جاتا تھا۔عبادت کرنے والے مشرقی دروازے سے داخل ہوتے تھے اور ٹیلے کے چاروں طرف، ٹیلے کو اپنے دائیں طرف رکھتے ہوئے، گھڑی کی حرکت کے مطابق گھومتے تھے، جو آسمان میں سورج کی گردش کی نقل تھا۔بعد میں استوپوں کے ٹیلوں پر بہت باقاعدہ نقاشی اور بت تراشی کا کام ہونے لگا اور اس میں طاقچے اور بُت تراشی کے نمونے بننے لگے — جیسے امراوتی، 'شاہ جی کی ڈھیری' پشاور (پاکستان) میں۔

منصوبے میں کون کون سی خصوصیات سب سے صاف یا واضح ہیں؟ عمودی حصّے میں کون کون سی خصوصیات کو سب سے بہتر دکھایا جاسکتا ہے؟

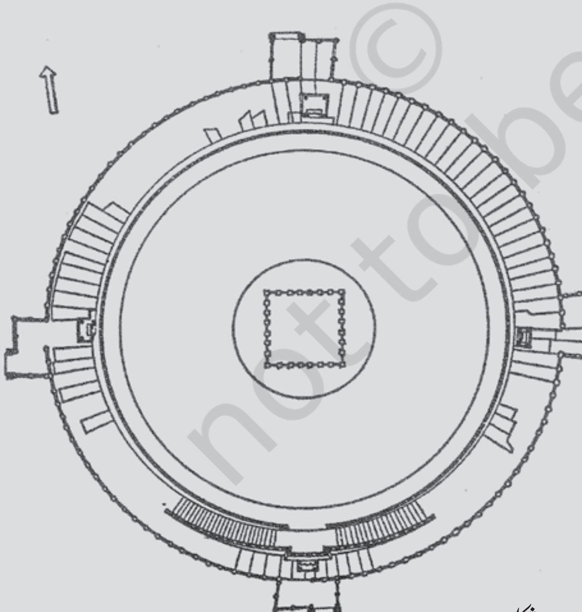

شکل: (4.10.a)
سانچی کے بڑے استوپ عمارت کا افقی منظر دکھاتا ہے کا مجوزہ منصوبہ۔

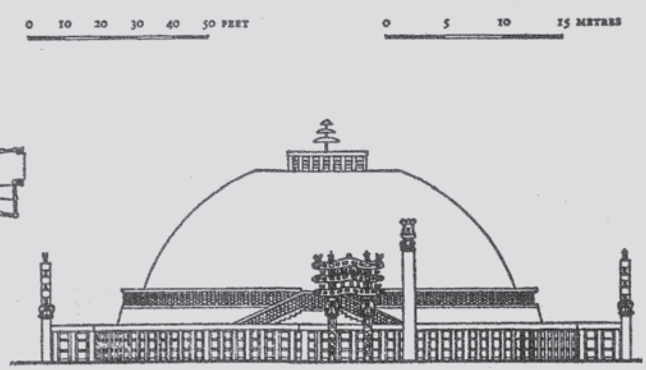

شکل: (4.10b)
سانچی کے بڑے استوپ کا ایلی ویشن عمارت کا عمودی منظر دکھاتا ہے۔

© NCERT
not to be republished

8۔استوپوں کی ''بازیافت''

امراوتی اور سانچی کی قسمت

ہر استوپ کی اپنی ایک تاریخ ہے— جیسا ہم نے ابھی دیکھا۔ کچھ استوپوں کی تو یہی تاریخ ہے کہ وہ کیسے تعمیر ہوئے۔ لیکن ان کی بازیافت یا تلاش کی بھی ایک تاریخ ہے۔ آیئے، کچھ ایسی مثالیں دیکھیں۔ 1796 میں ایک مقامی راجا جو ایک مندر بنوانا چاہتا تھا، بالکل اتفاقاً اسے امراوتی کے استوپ کا علم ہوا۔ اس نے پتھر استعمال کرنے کا ارادہ کیا اور ایک اونچی پہاڑی جگہ کے بارے میں اس کا خیال ہوا کہ یہاں کوئی خزانہ دفن ہے۔ کچھ سال بعد ایک انگریز افسر کالن میکینزی (باب 7 بھی ملاحظہ ہو) نے اس مقام کو دیکھا۔ حالانکہ اسے وہاں کئی بت تراشی کے نمونے ملے، اور اس نے ان کی تفصیلی ڈرائنگ بھی بنائیں، مگر یہ رپورٹیں کبھی شائع نہیں ہوئیں۔

1854 میں والٹر ایلیٹ (آندھرا پردیش میں) گنٹور کا کمشنر— بت تراشی کے بہت سے پینل مدراس لے گیا۔ (انھیں اسی کے نام سے 'ایلیٹ ماربلس' کا نام دے دیا گیا)۔ اس نے مغربی دروازے کے آثار بھی تلاش کر لیے اور آخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ امراوتی میں ملا ڈھانچہ چند وسیع ترین اور عالیشان بدھ استوپوں میں سے ایک ہے۔ 1850 کے دہے میں امراوتی سے کچھ سنگ تراشیدہ تختیاں مختلف جگہوں تک لے جائی گئیں۔ جن میں ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، مدراس میں انڈیا آفس، اور کچھ تو لندن تک لے جائی گئیں۔ برطانوی افسروں کے باغوں کی زینت کے طور پر ان تختیوں کا بعض جگہ نظر آجانا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ حقیقت میں اس علاقے میں آنے والا ہر نیا افسر اس مقام سے پتھر اُکھڑوا کر لے جاتا رہا، جس کے لیے جواز یہ تھا کہ اس سے پہلے افسر بھی یہ عمل کر چکے ہیں۔

شکل: 4.11
سانچی کا مشرقی دروازہ
بھرپور اور دلکش سنگ تراشی کو غور سے دیکھیے۔

ان چند لوگوں میں جو اس سلسلے میں کچھ مختلف سوچ رکھتے تھے ایک ماہر آثار قدیمہ ایچ ایچ کول تھا، چنانچہ اس نے لکھا۔ مجھے کسی ملک کے اوریجنل آرٹ کے شاہکاروں کو لوٹ لینے کی اس طرح اجازت دے دینا ایک خودکشی کے مترادف اور ناقابل دفاع پالیسی لگتی ہے۔ اس کا پختہ خیال تھا کہ میوزیم کو بُت تراشی کے 'پلاسٹر کاسٹ' نمونے رکھنے چاہئیں اور ان کے اصلی روپ وہیں رکھے رہنے چاہئیں جہاں وہ ملے تھے کول امراوتی کے سلسلے میں تو حکومت کے صاحبان اقتدار کو قائل نہ کر سکا مگر سانچی کے سلسلے میں اس کی اپنے مقام پر تحفظ کی اپیل کو تسلیم کیا گیا۔

سانچی کیوں بچ گیا؟ جب کہ امراوتی نہ بچ سکا۔ یہ شاید اس لیے ہوا کہ امراوتی اس وقت دریافت ہوا جب تک عالموں کو یہ احساس نہیں

ہوا تھا کہ ان چیزوں کو اپنے دریافت کردہ مقام سے ہٹانے کے بجائے وہیں قائم رکھنا کتنا اہمیت رکھتا ہے۔ پھر جب 1818 میں سانچی دریافت ہوا تو اس کے چار میں سے تین دروازے اپنی جگہ پر قائم تھے اور چوتھا وہیں موجود تھا جہاں وہ گرا تھا۔ ٹیلا بھی اچھی حالت میں تھا۔ پھر بھی یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ اس دروازے کو پیرس یا لندن لے جایا جائے۔ بہر حال آخر میں کئی چیزوں نے اس سلسلے میں مدد کی کہ سانچی کو اپنی اصلی حالت میں برقرار رکھا جائے۔ چنانچہ آج وہ وہاں موجود ہے جب کہ امراوتی کا 'مہاچیتیہ' اب ایک غیر اہم سا ٹیلا باقی رہ گیا ہے جس کی پہلی سی شان و شوکت اس سے چھینی جا چکی ہے۔

گفتگو کیجیے:

حصہ 1 کو دوبارہ پڑھیے اور وہ وجوہات بتائیے کہ سانچی کیوں باقی ہے۔

'In Situ' کے معنی ہیں مقام پر

9۔ تراشی (اسکلپچر)

ہم نے ابھی دیکھا کہ کس طرح استوپوں سے اسکلپچر اٹھا کر یوروپ تک لے جائے گئے۔ کسی حد تک یہ اس لیے ہوا کہ جن لوگوں نے انھیں دیکھا انھیں یہ خوبصورت اور قابل قدر لگے۔ وہ لوگ انھیں اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔ آ ان میں سے کچھ نمونوں کا ذرا غور سے مطالعہ کریں۔

9.1 پتھروں میں کہانیاں

آپ نے کچھ پھیری لگا کر کہانی سنانے والوں کو دیکھا ہوگا جو کپڑے یا کاغذ کا پلندہ (اسکرال) (چرن چتر) لیے، تصویر دکھا دکھا کر کہانی سناتے ہیں۔

شکل 4.13 کو دیکھیے۔ پہلی نگاہ میں بت تراشی کے اس نمونے میں لگتا ہے کہ ایک گاؤں کا منظر دکھایا گیا ہے۔ جس میں پھونس کی جھونپڑیاں اور پیڑ بھی ہیں۔ لیکن آرٹ کے مؤرخین نے اس تفصیلی اور بغور مطالعہ کر کے سانچی کی اس بت تراشی کو 'وسنتارا جاتک' کے ایک منظر کے طور پر شناخت کیا ہے۔ یہ ایک فراخ دل مخیّر شاہزادے کی کہانی ہے جو اپنی ہر چیز ایک برہمن کو دے کر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ جنگل میں زندگی گزارنے چلا گیا تھا۔ جیسا کہ آپ اس سلسلے میں دیکھیں گے مؤرخ تراشی نمونوں کا متنی شہادتوں سے موازنہ کر کے انھیں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شکل: 4.12
دروازے کا ایک حصہ
آپ کا کیا خیال ہے سانچی کے بت تراش ایک 'اسکرال' (لپٹی ہوئی تحریر) کھلنے کا تاثر پیدا کرنا چاہتے تھے؟

© NCERT not to be republished

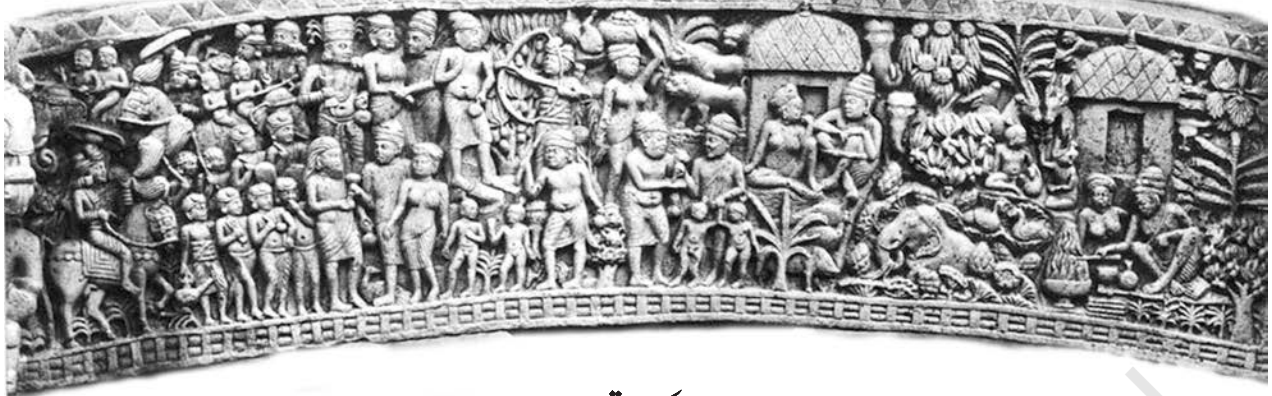

شکل: 4.13
شمالی دروازے کا ایک حصہ

9.2 پوجا کی علامتیں

بودھ بت تراشی کو سمجھنے کے لیے آرٹ کے مؤرخین کو بدھ دور کی مقدس سوانحوں (ہیگو گرافیز) کی بھی معلومات حاصل کرنی پڑتی ہے۔ان سوانحوں کے مطابق بدھ نے گیان ایک پیڑ کے نیچے مراقبے کی صورت میں حاصل کیا تھا۔شروع کے بہت سے بت تراشوں نے بدھ کو انسانی شکل میں نہیں دکھایا۔اس کے بجائے انھوں نے ان کی موجودگی کو علامتوں کے توسط سے ظاہر کیا ہے۔ بیٹھنے کی خالی جگہ (شکل 4.14) بدھ کے مراقبے کی علامت کے طور پر رکھی گئی ہے اور استوپ 'مہاپری نبّان' (شکل 4.15) کی علامت ہے۔ایک اور علامت جو اکثر استعمال کی گئی تھی وہ پہیا یا 'چکّر' تھی (شکل 4.16) یہ بدھ کے سارناتھ میں پہلے وعظ کے اظہار کے لیے تھی۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہ بت تراشیاں لفظ بہ لفظ حقیقی نہیں مانی جاسکتیں۔مثال کے طور پر پیڑ کسی عام پیڑ کی علامت نہیں ہے، بلکہ یہ بدھ کی زندگی کے ایک واقعے کی علامت ہے۔ان علامتوں کو سمجھنے کے لیے مؤرخین کو ان لوگوں کی روایات کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا پڑیں جنھوں نے آرٹ کے ان نمونوں کی تخلیق کی تھی۔

شکل:4.14 (سب سے بائیں طرف)
بودھی پیڑ کی پوجا کرتے ہوئے پیڑ، بیٹھنے کی جگہ اور اس کے گرد لوگوں کو دیکھیے۔

شکل: 4.15 (درمیان میں)
استوپ کی پوجا کرتے ہوئے

شکل:4.16 (نیچے)
دھرم چکر کو چلاتے ہوئے

© NCERT not to be republished

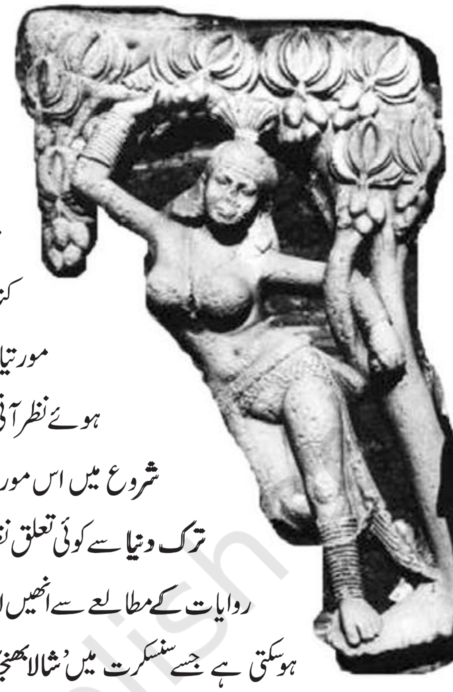

شکل: 4.17
دروازے پر بنی ایک عورت

9.3 مقبول عام روایات

سانچی میں دوسرا بت تراشی کا کام غالباً براہِ راست بدھ تصوّرات سے متأثر نہیں تھا۔ ان میں دروازوں کے کناروں پر بنی خوبصورت صورتوں کی مورتیاں شامل ہیں جو ایک پیڑ کو اٹھائے ہوئے نظر آتی ہیں۔ (شکل 4.17)۔ ماہرین نے شروع میں اس مورتی سے کسی قدر دھوکا بھی کھایا، جس کا **ترکِ دنیا** سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا تھا۔ بہر حال دوسری ادبی روایات کے مطالعے سے انھیں احساس ہوا کہ یہ اس روایت کا ترجمان ہوسکتی ہے جسے سنسکرت میں '**شالا بھنجکا**' کہا جاتا ہے۔ عوام کے خیال کے مطابق یہ ایک عورت تھی جس کے مس ہو جانے سے پیڑوں میں پھول اور پھل آتے تھے۔ ممکن ہے کہ اسے خوش بختی کی علامت سمجھا جاتا ہو اور اس طرح اسے استوپ کی زینت میں شامل کر لیا گیا ہو۔ '**شالا بھنجکا** کے نشان (موطف) سے اشارہ ملتا ہے کہ بہت سے لوگ جو بدھ مت کی طرف رجوع ہو گئے تھے انھوں نے اس میں قبل — بودھ اور بعض صورتوں میں غیر بودھ تصورات، اعتقادات و عمل شامل کر دیے۔ سانچی میں بعض ایسی وضعیں یا نشانات (مولف) جو بار بار نظر آتے ہیں وہ بظاہر انھیں روایات سے اخذ کیے گئے ہوں گے۔

اس کے علاوہ بھی کچھ اور مورتیاں ہیں۔ مثال کے طور پر کچھ جانوروں کے خوبصورت ترین نمونے وہاں نظر آتے ہیں۔ ان جانوروں میں ہاتھی، گھوڑے، بندر اور مویشی شامل ہیں۔ گو کہ جاتک کہانیوں میں جانوروں کے بارے میں بھی بہت سی کہانیاں موجود ہیں، لیکن ممکن ہے سانچی میں متعدد ایسے جانور اس لیے کھودے گئے ہوں کہ ان سے لوگوں کی توجہ مبذول کرنے کے لیے کچھ دلچسپ اور پر اثر منظر پیش کیے جا سکیں۔ جانوروں کو کچھ انسانی خصوصیات کی علامتوں کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ مثال کے طور پر ہاتھی کو طاقت اور سمجھ بوجھ کی علامت کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔

شکل: 4.18
سانچی میں ایک ہاتھی

ایک اور نشان ایک عورت کی مورتی ہے جو کنول اور ہاتھیوں (شکل 4.19) سے گھری کھڑی ہوئی ہے۔ جو اس پر اوپر سے پانی چھڑک رہے

ماضی سے رنگین تصاویر

جب کہ بت تراشی وقت کی شکست وریخت کو جھیل کر باقی رہ جاتی ہے اور نتیجتاً تاریخ کے عالموں کے لیے سب سے آسانی سے حاصل ہو سکنے والا مواد ہے۔ بہر طور، اظہار اور اطلاعات رسائی کے دوسرے بصری ذرائع بھی پچھلے وقتوں میں استعمال کیے گئے تھے۔ ان میں سے وہ جواب تک سب سے اچھی حالت میں باقی ہیں، ان میں مشہور ترین اجنتا (مہاراشٹر) میں غاروں کی دیواروں پر موجود ہیں۔

اجنتا کی رنگین تصویریں جاتک کی کہانیوں سے اخذ کی گئی ہیں۔ ان میں شائستہ اور پر تکلف زندگی کے منظر، جلوس، عام زندگی کے کاموں میں مصروف مرد عورت اور تیوہار شامل ہیں۔ فنکاروں نے 'شیڈنگ' کی تکنیک استعمال کرکے ان میں سہ رخی (تھری ڈائی مینشنل) اثر پیدا کیا ہے۔ ان میں کچھ تصاویر غیر معمولی طور پر فطری ہیں۔

شکل:4.19
گجا لکچھمی

شکل:4.20
اجنتا سے ایک رنگین تصویر بیٹھی ہوئی شکل اور انھیں دیکھیے جو اس کی خدمت کر رہی ہیں

شکل:4.21
سانچی میں ایک سانپ

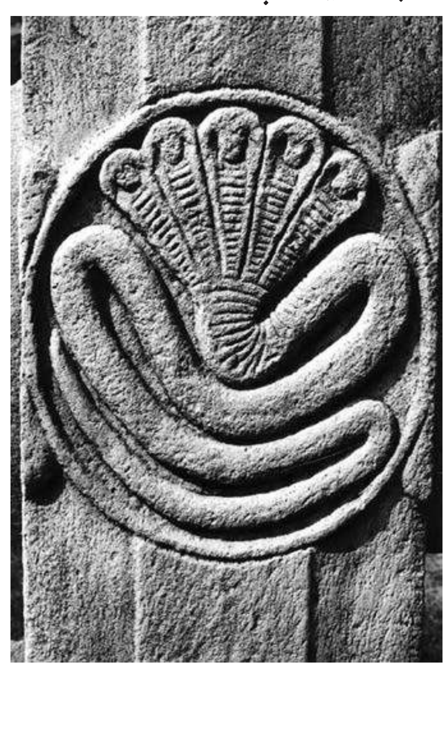

ہیں۔ جیسے 'ابھی شیک' (عملِ تقدیس) انجام دیا جا رہا ہو۔ گو کہ کچھ مؤرخ اسے مایا، بدھ کی ماں بتاتے ہیں، بہر حال کچھ اسے معروف دیوی گجا لکچھمی بھی بتاتے ہیں، جو لفظی معنوں کے اعتبار سے خوش بختی کی دیوی مانی جاتی ہے۔ جو ہاتھیوں سے وابستہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ معتقدین اسے دیکھ کر مایا اور گجا لکچھمی '' دونوں کے روپ میں پہچانتے ہوں۔

سانپ پر بھی غور کیجیے جو بہت سے ستونوں پر پایا جاتا ہے۔ (شکل 4.21) یہ نشان بھی شاید ان مقبول عام روایات سے لیا گیا ہے جو متنوں میں کبھی درج نہیں کی گئیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سب سے شروع کے جدید آرٹ کے مؤرخین میں جیمس فرگوسن سانچی کو پیڑ اور سانپ کی پوجا

not to be republished

پوجا کا مرکز مانتا ہے۔ وہ بدھ اور ادب سے واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ اس میں سے زیادہ تر حصے کا ابھی ترجمہ بھی نہیں ہوا تھا۔ اور اس نے صرف ان مورتیوں کا ہی مطالعہ کرکے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا۔

10۔ نئی مذہبی روایات

10.1 مہایان بدھ مت کا ارتقا

پہلی صدی عیسوی سے ہی بودھ خیالات اور عمل میں تبدیلیوں کی شہادتیں نظر آنے لگتی ہیں۔ بدھ تعلیمات میں 'نبّان' حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ اہمیت خود ذاتی کوششوں کو دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ خود بدھ کو بنی نوع انسان کا ہی فرد مانا گیا تھا جنھوں نے گیان اور 'نبّان' (نروان) خود اپنی کوشش سے حاصل کیا تھا۔ بہر حال رفتہ رفتہ نجات دہندہ کا تصوّر ابھرا اور یہ یقین کیا جانے لگا کہ یہی وہ ذات ہے جو چھٹکارے یا نجات کو یقینی بنا سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ 'بودھ سَتّ' کا تصور بھی ابھرا اور پھلنا پھولنا شروع ہوا۔ 'بودھی سَت'— انتہائی رحم دل مخلوق مانے جاتے تھے اور بزرگی کی یہ خصوصیات وہ صرف اپنی جد وجہد سے جمع کرتے تھے مگر اسے وہ 'نبّان' حاصل کر لینے کے لیے، اور نتیجتاً دنیا کو ترک کر دینے سے نہیں بلکہ دوسروں کی مدد کے لیے صرف کرتے تھے۔ بدھ اور بودھی ستواوں کی مورتیوں کی پوجا بھی اس روایت کا ایک اہم حصہ بن گئی۔

اس نئے اندازِ فکر کو '**مہایان**' کا نام دیا گیا۔ جس کے لفظی معنی ہیں 'نقل وحمل کے لیے 'عظیم سواری'— جن لوگوں نے یہ عقائد اپنا لیے انھوں نے پچھلی روایتوں کو 'ہنایان' یا 'کم تر سواری' کہنا شروع کر دیا۔

> **'ہنایان' یا تھراو؟**
>
> 'مہایان' کے حامی دوسرے بودھوں کو '**ہنایان**' کہتے تھے۔ بہر حال پرانی روایات کے ماننے والے خود کو 'تھیراوادن' یعنی وہ جو پرانے لوگوں کے راستے کو ماننے والے، استادوں کا احترام کرنے والے یا 'تھیرا' تھے۔

10.2 پورانی ہندو مت کا ارتقا

نجات دہندہ کا تصور بدھ مت کا اکیلا یا انوکھا عقیدہ نہیں تھا۔ ہم اس قسم کے تصورات کو کچھ مختلف انداز میں ان روایات میں بھی ابھرتا دیکھ سکتے ہیں جنھیں اب ہم ہندو دھرم کا حصہ مانتے ہیں۔ ان میں ویشنوی مسلک (ہندو دھرم کا وہ رخ جس میں وشنو کو بنیادی دیوتا مان کر پوجا جاتا ہے) اور شیو مسلک (وہ روایت جس میں شیو کو سب سے بڑا دیوتا مانا جاتا ہے) دونوں شامل تھے، ان میں کسی مخصوص دیوی دیوتا کی پرستش پر زور بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اس انداز کی پرستش میں کسی معتقد اور اس کے دیوی دیوتا کے درمیان بندھن یا رشتے کو اس سے محبت اور دلی تعلق یا 'بھکتی' کے روپ میں

گفتگو کیجیے:
ہڈی، پکائی ہوئی مٹی (ٹیری کوٹا) اور دھات بھی بُت تراشی میں استعمال ہو سکتی ہے۔ اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔

شکل: 4.22
بدھ کی ایک مورتی (متھرا)، تقریباً پہلی صدی عیسوی

© NCERT not to be republished

شکل:4.23
'وراہا' یا جنگلی سور، وشنو کا اوتار زمین کی دیوی کو بچاتے ہوئے۔آئی ہولے (کرناٹک)۔چھٹی صدی عیسوی دور

تصویر میں دونوں شکلوں کے تناسب سے کیا اظہار ہوتا ہے؟

تصور کیا جاتا تھا۔

ویشنو مسلک میں اس دیوتا کے مختلف اوتاروں یا بدلتے روپوں کے اردگرد فرقے ابھرے۔اس روایت کے اندر ہی دس اوتاروں کو پہچانا گیا۔یہ وہ روپ تھے جو اس دیوتا نے وقتاً فوقتاً اس دنیا کو بچانے کے لیے اپنائے جسے بدی کی طاقتوں کے غالب آجانے کی وجہ سے تباہی اور بربادی کا خطرہ لاحق ہو جاتا تھا۔یہ بھی ممکن ہے یہ ملک کے مختلف حصوں میں الگ الگ اوتار مقبول ہوں ان مقامی دیوی دیوتاؤں کو وشنو کا ہی مظہر مان لینے سے مذہبی روایت کو زیادہ متحد یا گٹھا ہوا رکھنے کا بھی ایک ذریعہ پیدا ہو رہا تھا۔

دوسرے دیوی دیوتاؤں کی طرح ان روپوں کی بھی بت تراشی کے نمونوں میں ظاہر کیا جاتا تھا۔مثال کے طور پر شوکو'لنگ' کی علامت سے پیش کیا جاتا تھا،لیکن کبھی کبھی اسے انسانی روپ میں بھی دکھایا جاتا تھا۔ایسے تمام مظاہر، دیوی، دیوتاؤں کے بارے میں تصّورات وعقائد کا ایک خاصہ پیچیدہ نظام پیش کرتے ہیں،جنھیں ان کی کچھ مخصوص علامتوں یا نشانات، جیسے سر کے لباس، زیورات اور 'ایودھوں'— دیوی دیوتاؤں کے ہاتھوں میں ہتھیار یا کچھ مقدس چیزیں اور بیٹھنے کے انداز وغیرہ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

ان بت تراشیوں کو سمجھنے کے لیے مؤرخین کو ان کے پس منظر کی کہانیوں سے واقف ہونا ضروری ہوتا ہے۔ان میں سے اکثر کہانیاں پورانوں میں شامل ہیں،جنھیں (پہلے ہزارے کے کم وبیش درمیانی دور میں) برہمنوں نے تالیف کیا تھا۔ان میں سے زیادہ مواد وہی تھا جو صدیوں پہلے تیار ہو چکا تھا اور عوام میں گھوم رہا تھا۔اس میں دیوی دیوتاؤں کے بارے میں بھی کہانیاں شامل تھیں۔عام طور پر یہ آسان سنسکرت کے اشلوکوں کی شکل میں نظم کی گئی تھیں،اور انھیں عورتوں اور شودروں اور ان تمام زمرے کے لوگوں کے سامنے بہ آواز بلند دوہرایا جاتا تھا جن کی ویدوں تک پہنچ ممکن نہیں تھی۔

پورانوں میں جو کچھ بھی ہے وہ عام لوگوں، پجاریوں، تاجروں اور ان معمولی مرد اور عورتوں کے درمیان بات چیت اور لین دین سے وجود میں آیا جو

شکل: 4.24
دُرگا کا ایک منظر
مہابلی پورم (تمل ناڈو)۔تقریباً چھٹی صدی عیسوی

ایک جگہ سے دوسرے جگہوں کے سفر کے دوران ایک دوسرے کے خیالات اور عقائد میں شریک ہوتے تھے۔مثال کے طور پر ہمیں معلوم ہے کہ واسودیو کرشن 'متھرا' کے علاقے میں ایک اہم دیوتا مانا جاتا تھا۔صدیوں کے دوران اس کی پوجا ملک کے دوسرے حصوں میں بھی پھیل گئی۔

> ان طریقوں کی شناخت کیجیے جن سے فن کاروں نے حرکت کا تاثر پیدا کیا ہے۔اس بُت تراشی کے نمونے میں اس کہانی کے بارے میں اور جانکاری حاصل کیجیے۔

10.3 مندر بنوانا

لگ بھگ اسی زمانے میں جب مختلف مقامات پر سانچی جیسے استوپ اپنی وہ شکل اختیار کر رہے تھے جو ہمیں اب نظر آتی ہے۔ان دیوی دیوتاؤں کو رکھنے کے لیے مندر بھی تعمیر ہو رہے تھے۔ابتدائی مندر میں ایک چھوٹا سا مربع کمرہ ہوتا تھا جسے 'گربھ گرہ' کہا جاتا ہے۔اس کا صرف ایک دروازہ ہوتا تھا جس سے پجاری داخل ہو کر دیوتا کے بت کی پوجا کرتے تھے۔رفتہ رفتہ ایک بڑا ڈھانچہ، جسے **'شکھارا'** کے نام سے جانا جاتا تھا، مرکزی مقدس مقام کے اردگرد بنایا جانے لگا۔مندر کی دیواروں کو بت تراشی سے سجایا جانے لگا۔بعد میں مندر بہت زیادہ تفصیلی روپ اختیار کر گئے۔جن میں مجمع کے لیے ہال، زبردست دیواریں اور دروازے اور پانی فراہم کرنے کے انتظامات (ساتواں باب بھی ملاحظہ ہو) بھی کیے جانے لگے۔

ابتدائی مندروں کی کچھ انوکھی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ انھیں بڑی بڑی چٹانوں کو کھوکھلا کر کے مصنوعی غاروں کی طرح بنایا گیا تھا۔مصنوعی غار بنانے کی روایت پرانی تھی۔ان میں سے کچھ سب سے پہلے (شکل 4.27) مصنوعی غار تیسری صدی قبل مسیح دور میں 'اجیوکا' فرقے سے متعلق دنیا تج دینے والوں کے لیے اشوک کے حکم سے بنائے گئے تھے۔

شکل:4.25
دیوگڑھ (اتر پردیش) کا ایک مندر
تقریباً پانچویں صدی عیسوی دور

یہ روایت کئی درجوں سے گزری اور بہت بعد میں — آٹھویں صدی میں — ایک مکمل مندر کی بت تراشی تک پہنچی یعنی کیلاش ناتھ (شیو کا ایک نام) کا مندر۔

ایک تانبے کی تختی پر کندہ کتبے میں بُت تراشوں کے سردار کے اُس تعجب کو درج کیا گیا ہے جو اس کام کو مکمل کرنے کے بعد اسے محسوس ہو رہا تھا: ''اوہ میں نے اسے کیسے بنا لیا؟''

'شکھارا' (شکھر) اور 'گرہ گرہ' کے داخلے کے دروازے کی شناخت کیجیے۔

شکل:4.26
شِش ناگ، (سانپ) پر وشنو آرام کرتے ہوئے دیوگڑھ (اتر پردیش) کی بت تراشی تقریباً پانچویں صدی عیسوی دور

شکل: 4.27
(بہار میں) 'باراباز' کے ایک غار کے داخلے کا دروازہ تقریباً تیسری صدی قبل مسیحی دور

شکل: 4.28
کیلاش ناتھ مندر ایلورا (مہاراشٹر) یہ پورا ڈھانچہ ایک بہت بڑی چٹان میں سنگ تراشی سے بنایا گیا ہے۔

11۔ کیا ہم سب کچھ دیکھ سکتے ہیں؟

اب تک آپ نے اُس بھرپور خزانے کی بھری جھلک دیکھ لی ہے جو ماضی میں موجود تھا۔ اینٹوں اور پتھر کے طرزِ تعمیر، بُت تراشی اور رنگین تصویر کشی کی صورتوں میں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ صدیوں کے وقفے میں اس میں سے بہت کچھ ضائع بھی ہو چکا ہے۔ پھر بھی جو کچھ باقی ہے اور محفوظ کیا جا چکا ہے وہ ان فنکاروں — آرٹسٹ، بت تراش، راج، اور معمار — کی نظر، ذوق اور معیار کو ضرور ظاہر کرتا ہے جنھوں نے ان حیرت ناک نمونوں کی تخلیق کی تھی۔ پھر بھی کیا ہم اُن تصورات کو خود بخود ہمیشہ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیا کہنا چاہتے تھے؟ کیا ہم یہ جان سکتے ہیں کہ جو لوگ اب سے دو ہزار برس پہلے ان بتوں اور تمثیلوں کو دیکھتے تھے ان کے لیے یہ کیا معنی رکھتے تھے۔

11.1 انجان سے دوچار ہونا

شاید ایک بار پھر وہ صورتِ حال یاد کرنا مفید ہو جب انیسویں صدی میں یوروپی عالم نے پہلی بار کچھ دیوی دیوتاؤں کے بُت دیکھے تھے۔ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے کہ یہ کس قسم کی چیزیں ہیں۔ کبھی کبھی تو وہ ان مہیب اور بعید از قیاس ہیئتوں کو دیکھ کر خاصے پریشان ہو جاتے تھے، جن کے کئی کئی بازو اور سر ہوتے تھے یا کچھ انسان اور جانوروں کے جسموں کا مجموعہ ہوتے تھے۔

شروع کے یہ عالم ان مجسّموں کو دیکھ کر، جو انھیں بالکل اجنبی اور عجیب لگتے تھے ان کا کچھ مطلب سمجھنے کے لیے، ان بت تراشی نمونوں سے موازنہ کرنے کی کوشش کرتے تھے جن سے وہ خود واقف تھے، یعنی قدیم یونانی بت تراشی کے نمونے۔ حالانکہ انھیں ابتدائی ہندوستانی بت تراشی کے نمونے یونانی فنکاروں کی سنگ تراشی سے کمتر درجے کے لگتے تھے مگر جب انھیں بدھ اور بدھ ستّ کے ان خوبصورت مجسّموں کو دیکھنے کا موقع ملا جو ظاہری طور پر یونانی نمونوں پر مبنی تھے تو ان میں ایک نئی تحریک پیدا ہوئی۔ یہ لگ بھگ سب کے سب شمال مغربی علاقوں میں ٹیکسلا اور پشاور جیسے

شہروں میں دریافت ہوئے تھے جہاں ہند— یونانی حکمرانوں نے دوسری صدی قبل مسیح دور میں سلطنتیں قائم کی تھیں چونکہ یہ مجسمے ان یونانی مجسموں سے قریب تر تھے جن سے یہ عالم واقف تھے۔اس لیے انھی کو ابتدائی ہندوستانی فن کا بہترین نمونہ سمجھا گیا۔ مطلب یہ کہ ان عالموں نے وہی حکمتِ عملی اپنائی جو ہم عام طور پر اپناتے ہیں۔جانی پہچانی چیزوں سے اخذ کر کے ایک ایسا پیمانہ تیار کر لینا جس کی مدد سے انجان چیزوں کا کچھ مطلب نکالا جا سکے۔

11.2 اگر تحریروں اور مجسّموں میں مطابقت نہ ہو......

ایک اور مسئلے پر غور کیجیے۔ہم نے دیکھا کہ آرٹ کے مؤرخ اکثر بت تراشی کو سمجھنے کے لیے تحریروں یا متنوں کی مدد لیتے ہیں۔ویسے ہندوستانی مجسموں کا یونانی مجسّموں سے موازنہ اور مقابلہ کرنے کے طریقے کے مقابلہ میں تو یہ حکمتِ عملی بہر طور زیادہ مؤثر ہے مگر اس کا استعمال ہمیشہ آسان نہیں ہوتا۔اس کی ایک سب سے زیادہ پریشان کن مثال (تامل ناڈو) مہابلی پورم کی ایک بہت بڑی چٹان پر مشہور سنگ تراشی کا نمونہ ہے۔

شکل4.30 میں واضح طور پر ایک کہانی کا بیان ہے،مگر یہ کون سی کہانی ہے؟ آرٹ کے مؤرخوں نے پورانوں میں اسے تلاش کیا مگر اس سلسلے میں ان کی رائے میں شدید اختلاف نظر آتا ہے۔بعض کا خیال ہے کہ یہ آسمان سے گنگا کے زمین پر اترنے کو ظاہر کرتی ہے— چٹان کے بیچ میں قدرتی شگاف ممکن ہے دریا کا ترجمان ہو۔اس کی کہانی پورانوں اور رزمیوں میں بیان کی گئی ہے۔دوسروں کا خیال ہے کہ یہ مہابھارت کی ایک کہانی کا اظہار ہے— ارجن دریا کے کنارے ہتھیار حاصل کرنے کے لیے کفّارہ ادا کر رہا ہے۔جس میں مرکزی شکل کسی تارک الدنیا کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

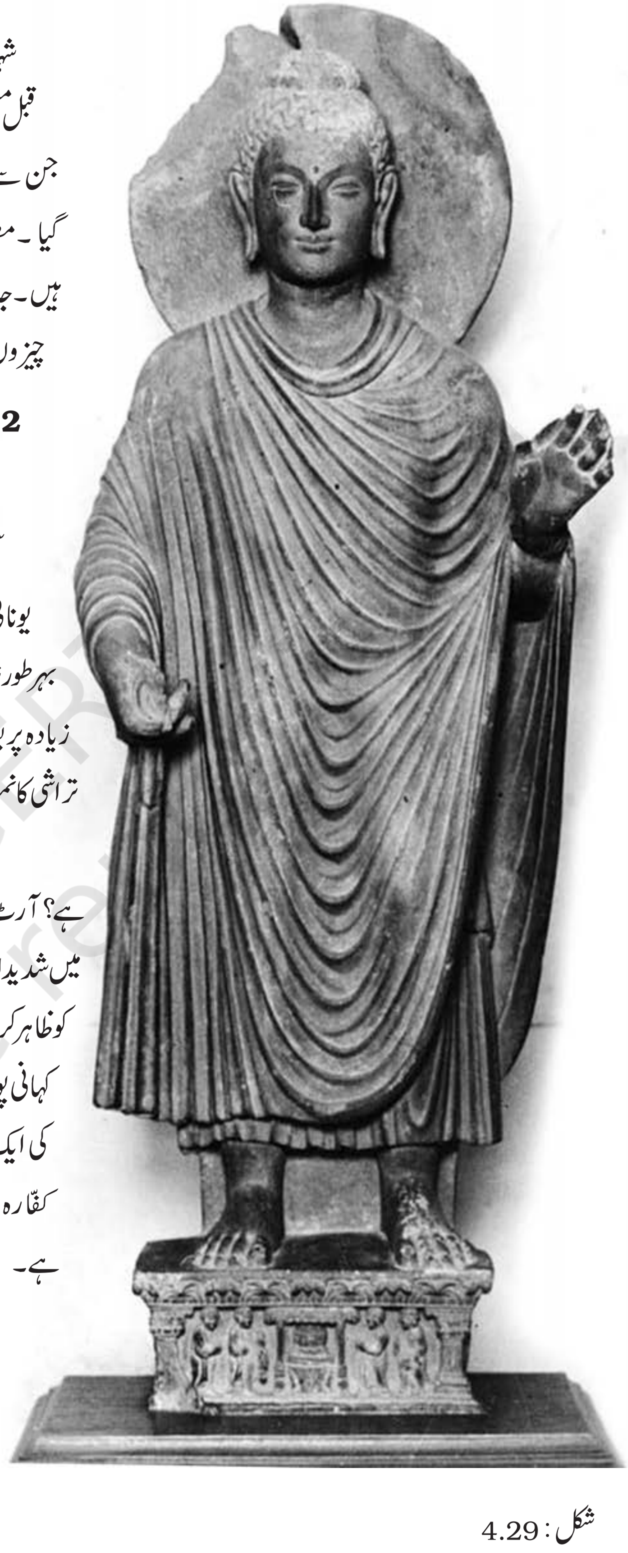

شکل: 4.29
گندھارا سے ایک بودھی ستّ۔کپڑوں اور بالوں کے انداز کو غور سے دیکھیے۔

آخر میں یہ یاد رکھیئے کہ بہت سی مذہبی رسومات، مذہبی عقائد اور عمل کسی مستقل اور بالکل ظاہری شکل میں جمع نہیں کیے گئے تھے — جیسے یادگار عمارتیں، بت تراشی کے نمونے یہاں تک کہ رنگین تصویریں۔ ان میں روزمرہ کے عام کام بھی تھے اور کچھ مخصوص مواقع سے ملحق عمل بھی شامل تھے۔ بہت سے فرقوں اور لوگوں کے زمروں نے ان کے کسی باقی رہنے والے ریکارڈ کی ضرورت بھی محسوس نہ کی ہوگی جب کہ ممکن ہے ان کے یہاں کچھ فعّال یا متحرک قسم کی روایتیں، مذہبی کام اور فلسفیانہ تصورات یا نظریات موجود رہے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس باب میں جو ممتاز اور شاندار قسم کی مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ بہت بڑے ذخیرے میں سے ایک ذرّہ برابر ہی کہی جاسکتی ہیں۔

گفتگو کیجیے:

کوئی مذہبی عمل جو آپ نے دیکھا ہو، بیان کیجیے۔ کیا یہ کسی طریقے سے مستقل طور پر اخذ کیا ہوا ہے؟

شکل : 4.29
مہابلی پورم میں سنگ تراشی کا ایک نمونہ

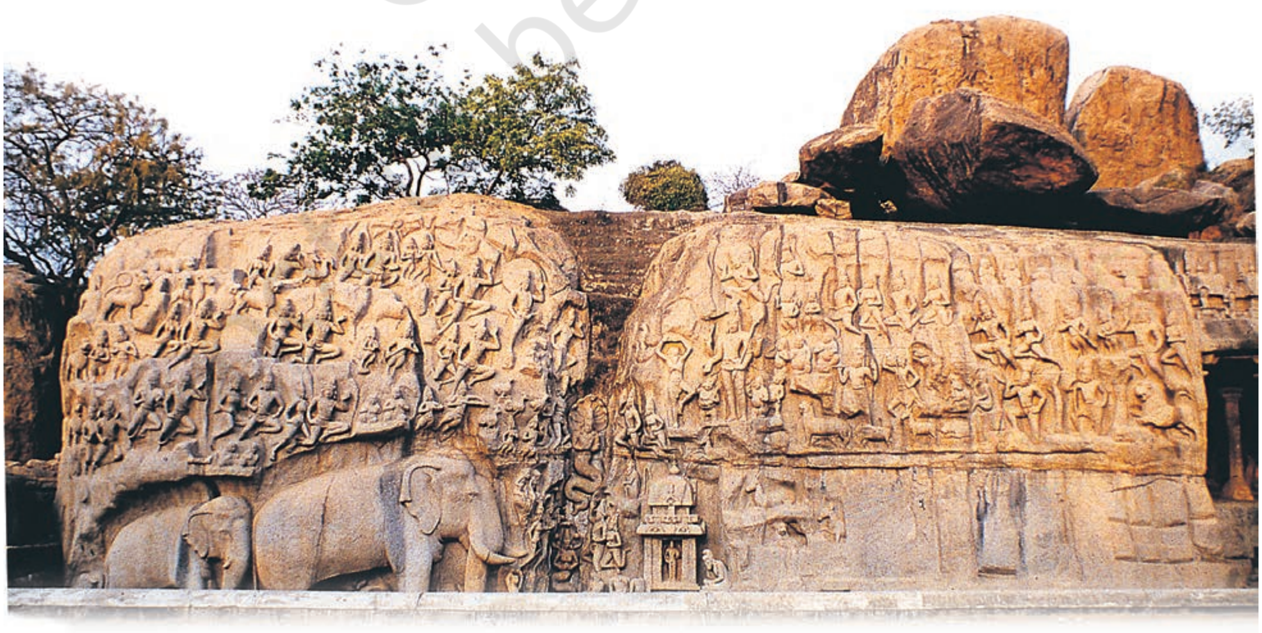

© NCERT not to be republished

ٹائم لائن 1
اہم مذہبی واقعات

تقریباً 1500 سے 1000 قبل مسیح	ابتدائی دور کی ویدی روایات
تقریباً 1000 سے 500 قبل مسیح	بعد کی ویدی روایات
تقریباً چھٹی صدی قبل مسیح	شروع کے اُپنشد، جین مت اور بدھ مت
تقریباً تیسری صدی قبل مسیح	ابتدائی استوپ
تقریباً دوسری صدی قبل مسیح اور اس کے بعد	مہایان بدھ مت کا ارتقا اور ویشنو مت، شیو مت اور دیوی پوجا کی روایت
تقریباً تیسری صدی عیسوی	سب سے پہلا مندر

ٹائم لائن 2
شروع کے یادگاری آثار اور بت تراشی نمونوں کی بازیافت اور تحفظ میں اہم موڑ

انیسویں صدی	
1814	انڈین میوزیم کا قیام کلکتہ میں
1834	ہندوفن تعمیر پر مضمون کی اشاعت **(Essay on Architecture of Hindus)** از رام راجا: کننگھم سارناتھ کا استوپ دریافت کرتا ہے۔
1835-42	جیمس فرگوسن اہم اثار قدیمہ کے مقامات کا جائزہ لیتا ہے۔
1851	گورنمنٹ میوزیم کا قیام مدراس
1854	الیگزینڈر کننگھم، **بھیلسا ٹوپیز (Bhilsa Topes)** کی اشاعت کرتا ہے۔ سانچی پر پہلی تحقیق۔
1878	راجندر لالا متر **'بدھا گیا'** کی اشاعت کرتا ہے: **دی ہیریٹیج آف ساکیہ منی۔**
1880	ایچ ایچ۔ کول قدیم آثار کا کیوریٹر مقرر ہوتا ہے۔
1888	ٹریژر ٹرووا ایکٹ' پاس ہوتا ہے جس کے تحت آثارِ قدیمہ کی دلچسپی کی تمام چیزوں کو حاصل (ایکوائر) کرنے کا حق حکومت کو مل جاتا ہے
بیسویں صدی	
1914	جان مارشل اور الفریڈ فاؤچر **'دی مانومینٹس آف سانچی'** چھپواتے ہیں۔
1923	جان مارشل **'کنزرویشن مینول'** (تحفظی ہدایت نامہ) چھپواتا ہے۔
1955	وزیر اعظم جواہر لال نہرو نے نئی دہلی میں نیشنل میوزیم کا سنگ بنیاد رکھا۔
1989	سانچی عالمی وراثت (ورلڈ ہیریٹیج) میں شامل کیا گیا۔

© NCERT not to be republished

150-100 لفظوں میں جواب دیجیے:

1۔ کیا اپنشد کے مفکرین کے خیالات جبریت کے قائل اور مادّہ پرستوں کے خیالات سے مختلف تھے؟ اپنے جواب میں وجوہات بتائیے۔

2۔ جین مت کی بنیادی تعلیمات کو مختصراً بیان کیجیے۔

3۔ سانچی کے استوپ کے تحفظ میں بھوپال کی بیگموں کے کردار کو بیان کیجیے۔

4۔ نیچے دیے ہوئے مختصر اقتباس کو پڑھیے اور جواب دیجیے۔

''مہاراجہ ہووشکا (ایک کُشان حکمراں) کے تینتیسویں سال، گرم موسم کے پہلے مہینے کے آٹھویں دن، بھیکھونی دھنادتی نے مودھووانکا میں ایک بودھی ستّ نصب کیا، بھیکھونی بدّھا متا کی بہن کی لڑکی ہے، جو 'پٹی ٹاکا' سے واقف ہے اور بھکھّو بالا کی ایک عورت شاگرد ہے، جو ٹیپی ٹاکا' جانتی ہے، اپنے باپ اور ماں کے ساتھ ہے۔

(الف) دھناوتی نے اپنے کتبے کی تاریخ کس طرح متعین کی ہے؟

(ب) آپ کے خیال میں اُس نے بدّھاستّ کا مجسّمہ کیوں نصب کیا تھا؟

(ج) جن رشتہ داروں کا اُس نے ذکر کیا وہ کون تھے؟

(د) وہ کون سے بودھ متن سے واقف تھی؟

(ہ) اس نے یہ متن کس سے سیکھا تھا؟

5۔ آپ کے خیال میں مرد اور عورتیں سنگھ میں کیوں شامل ہوئے تھے؟

شکل: 4.31
سانچی میں سنگتراشی کا ایک نمونہ

ان عنوانات پر ایک مختصر مضمون لکھیے
(لگ بھگ 500 لفظوں پر مشتمل)

6۔ سانچی کی بُت تراشی کو سمجھنے کے لیے بودھ ادب کی معلومات کس حد تک مددگار ثابت ہوتی ہے؟

7۔ شکل 4.32 اور 4.33 سانچی کے دو منظر ہیں۔ بیان کیجیے کہ آپ ان میں سے ہر ایک میں کیا دیکھتے ہیں؟ طرزِ تعمیر، پودے، جانور اور کاموں کو سامنے رکھتے ہوئے شناخت کیجیے کہ ان میں سے دیہی منظر کس میں دکھایا گیا ہے اور شہری منظر کس میں؟ اپنے جواب کی وجوہات بیان کیجیے۔

8۔ ویشنومت اور شیومت کے ارتقا سے بُت تراشی اور طرزِ تعمیر میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں؟

9۔ بیان کیجیے کہ استوپ کیوں اور کیسے تعمیر ہوئے؟

شکل: 4.33

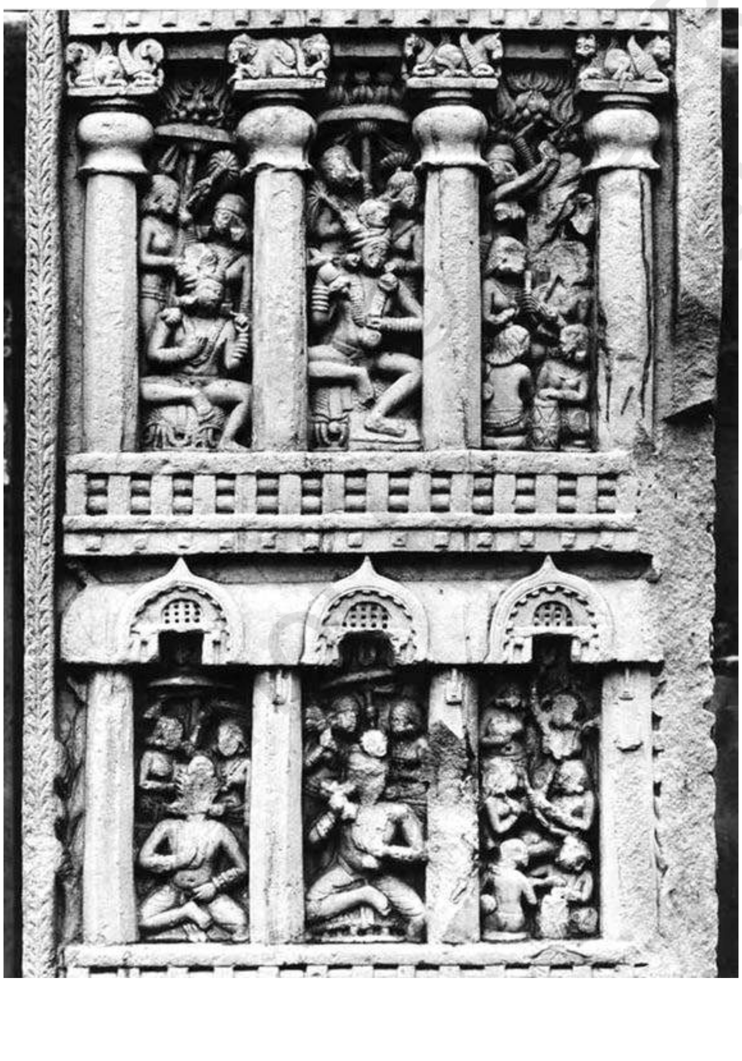

شکل: 4.32

نقشے کے کام

10۔ دنیا کے نقشے کے ایک خاکے پر ان علاقوں پر نشان لگایے جہاں بدھ مت پھیلا۔ ان علاقوں کے لیے زمینی اور سمندری راستوں کو تلاش کیجیے۔

منصوبہ (کوئی ایک)

11۔ اس باب میں جن مذہبی اعمال پر بات ہوئی کیا ان میں سے کوئی ایسا ہے جو آپ کے پڑوس میں اپنایا جاتا ہو؟ آج کل کون کون سے متن استعمال ہوتے ہیں اور انھیں کس طرح حفاظت سے رکھا جاتا ہے اور انھیں کس طرح منتقل کیا جاتا ہے۔ کیا پوجا میں بت تمثیلیں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ اگر ہوئی ہیں تو کیا وہ اس باب میں بیان کیے گئے بتوں جیسی ہی ہیں یا ان سے مختلف ہیں۔ آج مذہبی امور کے لیے جو عمارتیں استعمال ہوئی ہیں ان کو بیان کیجیے اور ان کا ابتدائی استوپوں اور مندروں سے موازنہ کیجیے۔

12۔ اس باب میں بیان کی گئی مذہبی روایات سے متعلق مختلف مذہبوں اور مختلف ادوار کی پانچ تصویریں یا سنگ تراشی نمونوں کی تصویریں جمع کیجیے۔ ان پر لکھے ہوئے تعارفی بیانوں کو الگ کر لیجیے اور انھیں دو افراد کو دکھا کر پوچھیے کہ وہ جو کچھ دیکھ رہے ہیں اسے بیان کریں۔ ان کے بیانات کا مقابلہ کیجیے اور جو کچھ آپ معلوم کر سکتے ہیں اس کی رپورٹ تیار کیجیے۔

اگر آپ مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پڑھیے:

A.L. Basham. 1985.
The Wonder that was India
Rupa, Calcutta

N.N.Bhattacharyya. 1996
Indian Religious Historiogarphy.
Munshiram Manoharlal,
New Delhi

M.K. Dhavalikar. 2003.
Monumental Legacy of Sanchi
Oxford University Press,
New Delhi.

Paul Dundas. 1992
The Jains
Routledge, London.

Gavin Flood, 2004
Introduction to Hinduism
Cambridge University Press,
Cambridge.

Richard F. Gombridge. 1988
Theravada Buddhism: A Social History from Ancient Benares to Modern Colombo. Routledge and Kegan Paul, London.

Benjamin Rowland. 1967.
The art and Architecture of India: Biddhist/Hindu/Jain.
Penguin Books, Harmondsworth

مزید اطلاعات کے لیے دیکھیے:

http://dsal.uchicago.edu/images/aiis/

© NCERT not to be republished

تصاویر کے لیے اظہار تشکر

موضوع 1

شکل نمبر شمار1.1، 1.2، 1.3، 1.4، 1.5، 1.6، 1.8، 1.11 ، 1.12، 1.13،
1.14، 1.15، 1.16، 1.20، 1.22، 1.23، 1.26، 1.28، 1.29، 1.30

آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا اور نیشنل میوزیم نئی دہلی

شکل نمبر شمار 1.7، 1.9، 1.10، 1.17، 1.18، 1.19، 1.21، 1.24

پروفیسر گریگوری ایل پاس سہل

شکل نمبر شمار1.27

سینٹر فار کلچرل ریسورسیز اینڈ ٹریننگ— نئی دہلی

موضوع2

شکل نمبر شمار2.1 **امریکن انسٹی ٹیوٹ آف انڈین اسٹڈیز گڑگاؤں**

شکل نمبر شمار2.2، 2.6 **آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا**

شکل نمبر شمار2.3، 2.5، 2.10

سینٹر فار کلچرل ریسورسیز اینڈ ٹریننگ، نئی دہلی

شکل نمبر شمار2.4، 2.7، 2.9، 2.12، 2.13 نیشنل میوزیم، نئی دہلی

شکل نمبر شمار2.8 وکی پیڈیا

موضوع 3

شکل نمبر شمار 3.1، 3.10 **آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا**

شکل نمبر شمار3.3، 3.4، 3.5، 3.6، 3.7، 3.8، 3.9 **نیشنل میوزیم**، نئی دہلی

موضوع 4

شکل نمبر شمار 4.1، 4.5 ، 4.8، 4.9، 4.12، 4.14، 4.15، 4.16، 4.17، 4.18،
4.19، 4.21، 4.22، 4.23، 4.24، 4.25، 4.26، 4.27، 4.29، 4.31 شکل نمبر
شمار4.32اور4.33 مشق میں۔

امریکن انسٹی ٹیوٹ آف انڈین اسٹڈیز گڑگاؤں

شکل نمبر شمار4.2 **وکی پیڈیا**

شکل نمبر شمار4.3، 4.11، 4.28، 4.30

سینٹر فار کلچرل ریسورسیز اینڈ ٹریننگ— نئی دہلی

شکل نمبر شمار4.4، 4.6، 4.7، 4.20 **نیشنل میوزیم**۔ نئی دہلی

© NCERT not to be republished